مفتی محمود

ہفت روزہ

ترجمانِ اسلام

لاہور

اسلامی اقتدار کا نقیب

ایک روپیہ

گرم پانیوں کا مسئلہ کیا ہے؟

(قومی اتحاد بلوچستان کے سیکریٹری اطلاعات سے تازہ انٹرویو)

بے مثال تحریک کے نتائج کو غیر مؤثر بنایا جا رہا ہے

(مولانا مفتی محمود کا خطاب)

چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کی تقریر پر تبصرہ

اسلام میں مسئلہ گرانی کا حل

نورانی صاحب انجام سوچ لیں؟

(مقالہ خصوصی)

۱۴ جولائی ۱۹۷۸ء، ۷ شعبان المعظم ۱۳۹۸ھ

حکیم افتخار فخر

غزل

رودادِ غم و رنج و محن اور ہی کچھ ہے
اب صورتِ حالاتِ چمن اور ہی کچھ ہے

سوچوں سے ہے جھلسا ہوا احساس کا صحرا
اب شعلگیٔ شعر و سخن اور ہی کچھ ہے

منزل پہ پہنچ کر بھی ہیں ٹوٹے ہوئے اعصاب
آزارِ مسافت کی تھکن اور ہی کچھ ہے

ہونے لو تو ہر قرب میں ہوتا ہے نشہ سا
یہ چاندنی راتوں کا ملن اور ہی کچھ ہے

کیا کیا تھے ترے قول ترے عہدِ ستم میں
پر اب ترے وعدوں کا متن اور ہی کچھ ہے

شعلہ سا جو چمکا ہے سرِ جوئے تمنا!
یہ چاند نہ سورج کی کرن اور ہی کچھ ہے

اس رت میں کھلیں پھول کہ شاخوں پہ شرارے
اُس شوخ کا اس بار چلن اور ہی کچھ ہے

طلباء کے لئے خوشخبری

حسبِ سابق امسال بھی مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں کم شعبان سے ۲۵ رمضان تک شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر دورہ تفسیر پڑھائیں گے۔ کافیہ تک کتابیں پڑھے ہوئے حضرات فوراً داخلہ لے لیں۔

نوٹ مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ سے اب تک فارغ ہونے والے تمام حضرات سے گذارش ہے کہ وہ اپنی پہلی فرصت میں اپنی اقامت کے بارہ میں ناظم مدرسہ کو مطلع کریں۔ مدرسہ کی چھبیس سالہ کارگزاری شائع کرنے کا پروگرام ہے۔

المعلن: ناظم مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ



جلد نمبر ۲۱ شمارہ نمبر

جمعۃ المبارک ۱۴ جولائی ، شعبان المعظم ۹۸ھ

سرپرست
مولانا عبید اللہ انور
مدیر
اکرام القادری
مدیر معاون
عمیر الہاشمی

بدل اشتراک
سالانہ
۴۵ ــــ روپے
ششماہی
۲۳ ــــ روپے
سہ ماہی ــــ ۱۱/۵۰ روپے
فی پرچہ
ایک روپیہ

یکے از مطبوعات
جمعیۃ علماء اسلام پاکستان

ایشیائی اسلامی کانفرنس کی اپیل

سہ روزہ ایشیائی اسلامی کانفرنس نے اپنے افتتاحی اجلاس میں اپیل کی ہے کہ تمام اسلامی ممالک میں شریعت نافذ کی جائے۔ پاکستان اور دوسرے اسلامی ملکوں میں قرآن پاک کی تعلیم لازمی قرار دی جائے۔ ماہرین تعلیم نوجوان نسل میں اسلامی قدروں کو اجاگر کریں۔ کشمیر کا مسئلہ اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق حل کیا جائے۔ برمی حکومت مسلمان مہاجرین کو ان کے گھروں میں آباد کرے اور لبنان و فلسطین کا صیہونی سازشوں سے تحفظ کیا جائے۔

ایشیائی اسلامی کانفرنس نے اپنی اپیل میں بین الاقوامی دنیا کی عموماً اور عالمِ اسلام کی خصوصاً جن اہم مسائل کی طرف توجہ دلائی ہے وہ دنیائے اسلام کے بنیادی اور اہم ترین مسائل ہیں۔ ان اہم ترین اور بنیادی مسائل کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ان مسائل کا ایک حصہ وہ ہے جن کا تعلق بین الاقوامی دنیا سے ہے اور دوسرے حصہ کا تعلق ذاتی طور پر عالم اسلام سے ہے۔

مثلاً مسئلہ کشمیر، مسئلہ فلسطین و قبرص، بیت المقدس کی واگذاری کا مسئلہ اور برمی مسلمانوں کی ان کے گھروں میں آباد کاری کا مسئلہ ایسے مسائل ہیں جن میں جب تک بین الاقوامی دنیا دلچسپی نہ لے یہ مسائل پرامن طور پر آسانی سے حل نہیں ہو سکتے۔ ان مسائل میں متعلقہ فریقِ ثانی کو بھی نیک نیتی اور حقیقت پسندی سے کام لینا ضروری ہوگا اور بین الاقوامی دنیا کا مؤثر اخلاقی دباؤ بھی ضروری ہوگا جس کے لئے اسلامی ممالک کا اپنا اتحاد بہت بڑی قوت و اہمیت رکھتا ہے۔ اگر اسلامی ممالک باہم دیگر آویزشوں، اختلافات اور معمولی معمولی جھگڑوں میں الجھے رہے تو اس کا منطقی نتیجہ یہی برآمد ہوگا کہ ہماری اس قسم کی تمام تر کوششیں لاحاصل ہو کر رہ جائیں گے جن کے ذریعے ہم دنیا کی توجہ ان اہم مسائل کی طرف دلاتے رہتے ہیں جو ہماری موت و حیات کا سوال بنی ہوئی ہیں اور محض خوش فہمی اور بلند بانگ دعووں کے سوا ہمارے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔

مسائل کا دوسرا حصہ جس کا تعلق عالمِ اسلام سے ہے وہ ہے اسلامی ممالک میں شریعت کا مکمل نفاذ۔ قرآن پاک کی تعلیم لازمی قرار دینا اور نوجوان نسل میں اسلامی قدروں کو اجاگر کرنا۔ ان مسائل کا تعلق صرف اور صرف عالمِ اسلام سے ہے اس لئے ان پر عمل پیرا ہونے میں آسانی زیادہ اور مشکلات کم ہیں۔ پہلے قدم کے طور پر اگر تمام اسلامی ممالک اس اپیل کو پذیرائی بخشتے ہوئے جو ایشیائی اسلامی کانفرنس نے کی ہے اپنے حصہ کے مسائل کو روبہ عمل لے آئیں تو اسے اس منعقد بالشان کانفرنس کی صدفی صد کامیابی تصور کیا جائے گا۔

اس کانفرنس میں چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل محمد ضیاء الحق نے جن خیالات کا اظہار کیا انہیں شرکاء کانفرنس نے خاصہ سراہا ہے۔ جنرل صاحب نے اپنے خطاب میں جن چیزوں کی طرف خصوصی توجہ شرکاء کانفرنس کی دلائی اور جن چیزوں کی اہمیت و افادیت پر زور دیا وہ اسلامی نظام اور نظریہ پاکستان ہیں۔ اس سلسلہ میں جنرل صاحب اپنے اقتدار کے پہلے روز سے ہی اسلامی نظام اور نظریۂ پاکستان کی بات کر رہے ہیں اور کوئی موقع ایسا نہیں ہوتا کہ جنرل صاحب موصوف اسلامی نظام کے نفاذ کی ضرورت اور نظریۂ پاکستان کی طرف مراجعت کی بات نہ

بقیہ صـ ۲۲ پر

ایڈیٹر خدام الدین کے قلم سے

مقالہ خصوصی

نورانی صاحب اسکا انجام سوچ لیں

جمعیۃ علماء پاکستان بالآخر پاکستان قومی اتحاد سے رخصت ہوگئی۔ ۹ جولائی کو لاہور میں جمعیۃ کا ایک طویل اجلاس ہوا جس میں اس نے اس تاریخ ساز اور مثالی اتحاد سے نکلنے کا اعلان کر دیا جس کے پرچم تلے قوم نے بڑی عظیم جنگ لڑی تھی۔

علیحدگی کی قرارداد میں کوئی خاص بات نہیں کہی گئی بلکہ وہی باتیں دہرائی گئی ہیں جو کئی ماہ سے نورانی صاحب اور ان کے رفقاء کہہ رہے تھے۔ یہ فیصلہ اپنے عوامل و نتائج کے اعتبار سے جیسا کچھ ہے وہ کسی پر مخفی نہیں لیکن اس اعتبار سے یہ فیصلہ اچھا ہی ہوا کہ قوم کئی ماہ سے جس ذہنی کشمکش کا شکار تھی اس سے قوم محفوظ ہوگئی۔

یہ فیصلہ کرنے کے بعد نورانی صاحب اسی شام ایک جلسہ میں تشریف لائے۔ یہ جلسہ لاہور کے ایک قدیمی مدرسہ حزب الاحناف کا جلسہ دستار بندی تھا۔ یاد رہے بخیریہ مدرسہ ان لوگوں کا بنایا اور قائم کیا ہوا ہے جن کے مشغلہ تکفیر کا ساری دنیا میں چرچا ہے۔ اب اس مدرسہ کا جلسہ ہو اور وہاں نورانی صاحب تقریر فرمائیں تو جو کچھ انہوں نے کہا ہوگا اس سے بآسانی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

جلسہ میں حاضری برائے نام تھی۔ اس سے "سواد اعظم" کے دعوے کی قلعی کھل رہی تھی، اور پھر لطف یہ کہ اس میں سے بھی کم از کم نصف کی تعداد میں دوسری پارٹیوں کے لوگ تھے جو محض یہ سننے آئے تھے کہ قومی اتحاد سے علیحدگی کے سلسلہ میں ان کی زبان فیض ترجمان سے کچھ سن سکیں لیکن اس قسم کے لوگوں کو سخت حیرت اور مایوسی کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ نورانی صاحب نے اس سلسلہ میں ایک لفظ تک نہیں کہا البتہ

واقعہ معراج کو سامنے رکھ کر اپنے مخالفین کو انہوں نے جس بری طرح رگیدا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ملکی جنگ کو دوبارہ بھڑکانا چاہتے ہیں اور پوری شدت کے ساتھ۔

انہوں نے نام لئے بغیر شہدائے بالاکوٹ اور اکابر علماء دیوبند پر سخت نکتہ چینی اور ان سب کے خلاف وہی زبان استعمال کی جو ان کے "اعلیحضرت" سے لے کر اب تک ہر چھوٹا بڑا استعمال کر رہا ہے۔ اس کے ساتھ ہی نورانی صاحب نے ایک ایسا انکشاف کیا جس نے ہر سنجیدہ فکر آدمی کو چونکا دیا۔ انہوں نے اپنے اور اپنے مخالفین کے مدارس کا موازنہ کرتے ہوئے فرمایا کہ

"ہمارے مدارس میں وہ لوگ پڑھتے پڑھاتے ہیں جو قرآن سے ان آیات کو تلاش کرتے ہیں جس میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف سامنے آتی ہے جبکہ دوسرے مدارس میں وہ لوگ پڑھتے پڑھاتے ہیں جو قرآن سے وہ آیات تلاش کرتے ہیں جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بظاہر توہین و اہانت کا پہلو نکلتا ہے۔"

ہم نے جو روایت نقل کی ہے اسے پوری ذمہ داری کے ساتھ نقل کیا ہے۔ ممکن ہے الفاظ میں کمی و بیشی ہوگئی ہو لیکن مطلب و مفہوم کے اعتبار سے بعینہ وہی کچھ ہے جو نورانی صاحب نے ارشاد فرمایا۔

ان کی زبان سے یہ لفظ سن کر ہر کسی کا سکتہ میں آجانا لابدی تھا کیونکہ پہلی بار عوام پر یہ انکشاف ہو رہا تھا کہ قرآن کریم میں ایسی آیات بھی موجود ہیں جن سے ذات رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا پہلو نکلتا ہے (العیاذ باللہ) اس مرحلہ پر ہم نورانی صاحب کو قائد اہلسنت اور نہ معلوم کیا کچھ کہنے سننے والے حضرات کو توجہ دلائیں گے کہ نورانی صاحب نے جو کچھ کہا کیا صحیح کہا اور کیا آپ سب حضرات کا بھی عقیدہ و ایمان ہے کہ قرآن کریم میں ایسی آیات ہیں؟ اگر آپ سب کا یہی عقیدہ ہے تو پھر بالخیر شما بسلامت لیکن اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ نورانی صاحب نے یہ سب کچھ جوش خطابت میں فرمایا اور یقیناً غلط فرمایا، تو پھر آپ کو اپنے قائد اہلسنت سے توبہ و معافی کا مطالبہ کرنا چاہیے ورنہ یہ "قائد" آپ کو لے ڈوبے گا۔

ہمارا ملک جس نازک صورت حال سے دوچار ہے اس کے پیش نظر ہم بڑی دلسوزی کے ساتھ نورانی صاحب اور ان کے رفقاء سے یہ گذارش کرنا چاہتے ہیں کہ وہ ملکی اختلاف کی آگ بھڑکانے سے اجتناب کریں آپ کے وڈیرے ایک صدی سے زائد عرصہ تک اس "کار بے خیر" میں مشغول رہے جس سے ملت کے مجموعی دشمنوں کو فائدہ پہنچا اور ملت اپنے مقاصد کے حصول میں کامیاب نہ ہوسکی۔ آج جبکہ لادینیت و الحاد اور کمیونزم کا سیلاب تیزی سے ہماری طرف بڑھ رہا ہے۔ آپ کو اپنے جنرل سیکرٹری

بقیہ صـ ۲۲ پر

انٹرویو: **الطاف حسین**
بی اے۔ ایل ایل بی

گرم پانیوں کا مسئلہ کیا ہے؟

ساحل مکران کی بین الاقوامی اہمیت

اگر ہم محمد عربی ﷺ کے لائے ہوئے نظام پر عمل پیرا ہو جائیں تو ماسکو و واشنگٹن مل کر بھی پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں کر سکتے



جمعیۃ علماء اسلام صوبہ بلوچستان کے جواں سال رہنما حافظ حسین احمد سے بلوچستان کے حالات ــــ پر انتہائی اہم انٹرویو

حافظ حسین احمد جمعیت علماءِ اسلام بلوچستان کے ناظم نشر و اشاعت ہیں اور قومی اتحاد بلوچستان نے بھی آپ کو صوبائی نشر و اشاعت کی سیکرٹری شپ کا عہدہ دیا جنہیں آپ انتہائی محنت و لگن سے بہ احسن طریق چلا رہے ہیں۔ آپ جمعیۃ طلباءِ اسلام کے مرکزی نائب صدر بھی رہے ہیں۔ تھوڑی سی عمر میں آپ نے ترقی کی کئی منزلیں طے کیں۔ آپ کی رائے اور سوچ عمر کے لحاظ سے کہیں زیادہ پختہ گہری اور وزنی ہوتی ہے اور آپ کا سیاسی حالات کا تجزیہ حقیقت پسندانہ ہوتا ہے اور آپ کی آراء کو کئی مواقع پر جمعیت کے پرانے اور تجربہ کار رہنماؤں نے سراہا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ بلوچستان میں جمعیت اور پی۔ این۔ اے کے سب سے کم عمر صوبائی عہدے دار ہیں۔

حافظ حسین احمد کے والد گرامی حضرت مولانا عرض محمد رحمۃ اللہ علیہ کسی تعارف کے محتاج نہیں آپ نے بلوچستان میں اسلامی اقدار کی بحالی اور صوبہ سے جہالت و سرداری نظام کے خلاف جو جد و جہد کی وہ تاریخ میں سنہری حروف سے لکھی جائے گی۔ آج صوبہ بھر میں دینی مدارس کا جو جال پھیلا ہوا ہے یہ آپ ہی کی محنت کا ثمر ہے — حضرت مولانا عرض محمد رح، حضرت مدنی رح کے خاص شاگردوں میں سے تھے۔ آپ ۱۹۳۵ء میں دیوبند سے تعلیم حاصل کر کے کوئٹہ واپس تشریف لائے تو شروع میں اپنے آبائی گاؤں پڑنگ آباد مستونگ میں ایک مدرسہ کا اجراء کیا۔ آج یہ دینی ادارہ بلوچستان کی مستند اور عظیم درسگاہ تسلیم کی جاتی ہے۔ آپ کا انتقال ۱۹۷۱ء میں ہوا۔ نرینہ اولاد صرف حافظ حسین احمد ہی ہیں۔

حافظ صاحب نے دورۂ حدیث تک تعلیم اسی مدرسہ میں حاصل کی۔ والد صاحب سے علوم و فنون اور سیاست کے رموز میں آگاہی حاصل کی اور جب عملی طور پر صوبہ کی سیاست میں اس نوجوان نے حصہ لیا تو بڑے بڑے گھاگ پرانے اور جغادری صوبائی سیاستدان انگشت بدنداں رہ گئے۔

میں اپنے دورۂ بلوچستان میں جن جمعیت علماءِ اسلام کے صوبائی عہدیداروں سے انٹرویو کا پروگرام رکھتا تھا ان میں حافظ صاحب بھی تھے۔ میں نے انٹرویو کی اس نشست میں سب سے پہلا سوال جمعیت میں شمولیت کے سلسلہ میں کر دیا۔

س: کیا آپ نے جمعیۃ میں شمولیت سوچ سمجھ کر کی تھی یا اپنے خاندانی تعلق کی وجہ سے جمعیۃ میں آئے۔

جواب: دراصل والد محترم صوبہ میں جمعیۃ کے روح رواں اور بانیوں میں سے ہیں۔ ان کی صحبت اور تربیت کی وجہ سے میرا رجحان ظاہر ہے اسی طرف ہو سکتا تھا، لیکن میں جمعیۃ طلباء اسلام کا مرکزی عہدے دار تھا اور یہ عہدہ ابھی میرے پاس کچھ اور عرصہ رہ سکتا تھا لیکن میں نے حالات کا بغور جائزہ لیا اور آخر کار اس نتیجے پر پہنچا کہ جمعیۃ علماءِ اسلام میں میری زیادہ ضرورت ہے۔ پھر صوبائی جمعیت کے انتخابات میں ۱۹۷۶ء میں مجھے صوبہ کا ناظم نشر و اشاعت منتخب کیا۔ میں ذہنی طور پر اس کے لئے بالکل تیار نہ تھا کیونکہ میں صرف ایک کارکن کے طور پر خدمات سرانجام دینا چاہتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب انتخابی میٹنگ میں میرا نام اس عہدہ کے لئے پیش کیا گیا تو میں نے اس پر اعتراض کیا لیکن بزرگوں کے اصرار پر میں یہ ذمہ داریاں اٹھانے پر تیار ہو گیا اور میں نے اپنی تمام صلاحیتوں سے اس عہدہ کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی کوشش کی ہے۔

س: بلوچستان میں مختلف سیاسی جماعتوں کی پوزیشن اور مقبولیت کی کیا صورت حال ہے؟

ج: الطاف بھائی۔ سیاسی جماعتوں

کی مقبولیت کا پیمانہ انتخابات ہوا کرتے ہیں۔ ۱۹۷۰ء کے انتخابات کو اگر مدِنظر رکھا جائے تو جمعیت علمائے اسلام کی پوزیشن دوسرے نمبر پر تھی۔ اس کے بعد اب تک الیکشن ہی نہیں ہوا۔ یہ درست ہے کہ اس وقت نیپ پہلے نمبر پر آئی تھی لیکن جمعیت کا صوبائی سطح پر یہ پہلا الیکشن تھا اور تنظیم اور وسائل کے لحاظ سے بھی ہم بالکل پسماندہ تھے۔ لیکن اب اگر میں یہ کہوں کہ جمعیۃ علمائے اسلام کی پوزیشن پہلے نمبر پر ہے تو بات نہیں بنتی۔ وقت بتائے گا کہ اب عوام کس کے ساتھ ہیں۔

۱۹۷۰ء میں بھی ہماری جماعت نے کالعدم نیپ سے ہر ہر نشست پر ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ حالانکہ اکثر پولنگ سٹیشنوں پر ہمارے نمائندے بھی موجود نہ تھے اور عورتوں کے بوتھ پر تو توجہ بھی نہ دے سکے تھے۔ اس کے باوجود کئی نشستوں پر ہم صرف سینکڑوں ووٹوں سے ہارے۔

س:۔ میرا مطلب ہے کہ صوبہ میں پیپلز پارٹی اور دیگر جماعتوں کا بھی وجود ہے؟

ج:۔ جہاں تک پیپلز پارٹی کے وجود کا تعلق ہے تو ہمارے باشعور عوام نے بھٹو کے جھوٹے اور کھوکھلے نعروں کا اثر قبول نہ کیا تھا اور یہی وجہ ہے کہ اس صوبہ سے پی۔پی۔پی کو اس وقت بھی ایک بھی سیٹ نہ مل سکی جس وقت پنجاب اور سندھ میں بھٹو کے حق میں سیلاب آیا ہوا تھا۔ قیوم خان کی جماعت نے بھٹو کی نوکری قبول کر لی اور انہوں نے بھی بھٹو کے ہر ظلم میں اس کا ساتھ دیا۔ اس طرح ان حضرات کی جماعتوں کا وجود بلوچستان کی سرزمین پر تو نہیں ملتا۔ بلوچستان میں صرف دو جماعتیں جمعیۃ علمائے اسلام اور این۔ڈی۔پی (اگر کالعدم نیپ کے سردار بھی ساتھ رہیں) صوبہ بھر میں اپنی مضبوط جڑیں رکھتی ہیں۔

س:۔ بلوچستان میں جمعیت اور این۔ڈی۔پی کو تقریباً مساوی صوبائی نشستیں ملیں، کیا یہ قومی اتحاد کے معاہدے کے مطابق ہوا تھا؟

ج:۔ برادرم! جو لوگ ایسی باتیں کرتے ہیں وہ یقیناً جمعیت کی پوزیشن سے لاعلمی کی وجہ سے کہتے ہیں۔ ہمارا مطالبہ تو ان نشستوں سے بھی زیادہ کا تھا لیکن اتحاد کا تقاضہ یہی تھا کہ ہم ان پر اکتفا کرتے اور صوبہ کی بڑی دوسری بڑی جماعت نے ہمیں مساوی نشستیں دے کر ہماری پوزیشن تسلیم کی تھی۔

س:۔ جمعیت اور این۔ڈی۔پی میں نشستوں کی تقسیم پر ہلکا سا اختلاف ہوا تھا اس کی وجہ کیا تھی؟

ج:۔ صوبہ بلوچستان قومیت کے لحاظ سے دو علاقوں پر مشتمل ہے۔ بلوچ اور پشتون (پٹھان) سن ۱۹۷۰ء کے انتخاب کے مطابق بلوچ علاقہ میں کالعدم نیپ کا مقابلہ صرف جمعیۃ سے تھا اور اب بھی ان علاقوں میں این۔ڈی۔پی اور جمعیت دو ہی جماعتیں ہیں لیکن جمعیت کی پوزیشن ان علاقوں میں ۱۹۷۰ء سے بہت بہتر ہے۔ اس طرح ان علاقوں میں تیسری مؤثر کوئی جماعت نہیں ہے۔

دوسرا علاقہ پشتون ہے جہاں پر این۔ڈی۔پی۔ جمعیۃ اور پشتون خواہ (محمود اچکزئی والی) تین جماعتیں مدِمقابل ہیں۔ (اگرچہ پشتون خواہ کی پوزیشن زیادہ مضبوط نہیں ہے)۔

اس طرح این۔ڈی۔پی نے اپنی تمام نشستیں (ایک سیٹ کے علاوہ) بلوچ ایریا سے لیں، اس طرح ان کے امیدواران کی حیثیت بلامقابلہ جیتے ہوئے امیدواروں کی سی ہو گئی اور دوسری طرف جمعیۃ کو زیادہ نشستیں پشتون ایریا میں سے دی گئیں اور ان علاقوں میں جمعیۃ کو سخت مقابلہ کرنا پڑتا تھا۔ اس طرح این۔ڈی۔پی نے انتہائی کم خطرے والی نشستیں حاصل کریں۔ ہمارا مطالبہ یہ تھا کہ جبکہ جمعیۃ کی پوزیشن دو علاقوں میں یکساں ہے تو کیوں نہ دونوں جماعتوں کو ان علاقوں میں سے مساوی کوٹہ ملے۔ لیکن ہمارے مدِنظر اتحاد کو استحکام پہنچانا جائز کوٹہ سے زیادہ اہم تھا اس لئے ہم خاموش رہے کیونکہ نشستیں ثانوی حیثیت رکھتی تھیں اور اتحاد اولین اہمیت کا حامل تھا۔

س:۔ حافظ صاحب! آپ کی گفتگو سے یہ تاثر ملتا ہے کہ گذشتہ چھ سات سال میں جمعیۃ کی پوزیشن کافی مضبوط ہوئی۔ کیا آپ اس کی کچھ ٹھوس وجوہات بتا سکتے ہیں؟

ج:۔ ہمارا یہ دعوےٰ خام خیالی پر مبنی نہیں ہے اس کی چند وجوہات ہیں۔

۱۹۷۰ء کے الیکشن میں ہمیں بہت سے تجربات ہوئے۔ ہمارا صوبائی سطح پر یہ پہلا الیکشن تھا اسی لئے ہمیں ہماری تنظیم کی صورتحال کا اندازہ ہوا۔ ہمارے قائدین اس نتیجے پر پہنچے کہ تنظیم پر خاص توجہ دی جائے اور پھر ہم نے شہروں سے لے کر چھوٹی چھوٹی بستیوں تک از سرِنو تنظیم کی۔

اسی طرح جب حضرت مولانا مفتی محمود صاحب صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ بنے تو انہوں نے اپنے نو ماہ کے قلیل عرصہ میں انتہائی اہم کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ اس کے اثرات صوبہ بلوچستان پر بھی مرتب ہوئے اور لوگوں کی توجہ جمعیت کی طرف مبذول ہوئی اور بہت سے لوگ ہم سے آملے۔

اسی طرح جب پیپلز پارٹی نے نیپ جمعیت کی حکومت ختم کر کے نیپ کو کالعدم قرار دے دیا تو کیونکہ صوبہ میں صرف دو مؤثر جماعتیں تھیں ایک کے کالعدم قرار دیئے جانے کے بعد صرف جمعیت ہی میدان میں رہ گئی۔ انتہائی نامساعد حالات میں بھی جمعیت نے ظالم سلطان کے سامنے کلمۂ حق بلند کئے رکھا۔ عوام کے دل کی آواز کو مختلف انداز سے جعلی حکومت کے گوش گزار کرایا جاتا رہا، خواہ اس کے لئے ہمیں اپنے مایۂ ناز رہنما مولانا شمس الدین شہیدؒ کا نذرانہ ہی کیوں نہ پیش کرنا پڑا۔ ان تمام باتوں کا عوام پر خوشگوار اثر پڑا۔

صوبہ کے عوام سرداروں کے مختلف ٹیکسوں سے پسے ہوئے تھے۔ جمعیت نے مؤثر انداز سے ان کو سرداری نظام کے نقصانات بتائے اور کافی حد تک ان کو ان کے چنگل سے نکالنے کی راہ ہموار کی۔ بے جا سرداری ٹیکسوں کے خلاف آواز بلند کی اس طرح وہ لوگ بھی ہماری طرف آ گئے جو سرداروں کو اپنا سب کچھ سمجھتے تھے۔

آخری اور اہم وجہ یہ ہے کہ جمعیت علماءِ اسلام کی پالیسی معتدل ہے۔ ساتھ ہی مولانا مفتی محمود مدظلہٗ نے بطور صدر پاکستان قومی اتحاد قوم کی صحیح رہنمائی کی۔ آپ کی ذات گرامی ہر قسم کے لالچ اور ظلم و تشدد سے متاثر ہونے والی نہیں ہے وہ بھی بلوچستان میں جمعیۃ کی مضبوطی میں مؤثر ثابت ہوئی۔

س:۔ ہم آپ کے خیال میں مولانا شمس الدین شہید کے قتل کی فوری وجوہات کیا ہیں؟

ج:۔ صوبہ بلوچستان میں بھٹو کے اکثر مدمقابل (کالعدم نیپ کے سردار) اپنی قبائلی اور سرداری حیثیت بھی رکھتے تھے لیکن مولانا شمس الدین شہید نہ ہی سردار تھے اور نہ ہی کسی بڑے اور پرانے لیڈر کے صاحبزادے۔ مولانا خالصتاً عوامی حمایت کے بل بوتے پر ابھرے تھے۔ آپ کی پشت پر جمعیۃ علماء اسلام جیسی جماعت تھی۔ بھٹو جیسے شاطر انسان کے لئے وہ لیڈر زیادہ خطرناک تھا جس کی جڑیں عوام میں ہوں۔ پھر ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں تیمور شاہ جوگیزئی جیسے سردار اور خاندانی طور پر نامور مضبوط سیاسی شخصیت کی پہلی دفعہ الیکشن میں حصہ لینے والے شخص کا ضمانت تک ضبط کرا دینا اہل صوبہ کے پرانے سیاستدانوں اور بھٹو کو ورطۂ حیرت میں ڈال دینے کے لئے کافی تھا۔ یہ پس منظر تھا جسے لے کر یہ جواں سال رہنما آگے بڑھا پھر یہ شخص نہ بکا اور نہ جھکا۔

تحریک ختم نبوت میں جس طرح مولانا نے ضلع ژوب کو کنٹرول کیا کہ وہاں کی انتظامیہ بھی پاس سے کر دوسری جگہ جا سکتی تھی۔ یہ تمام چیزیں بھٹو کے لئے لمحۂ فکریہ تھیں۔ پہلے اس نے مولانا کو ساتھ ملانے کے لئے ہر قسم کے لالچ کا حربہ استعمال کیا۔ جب وہ اس میں ناکام رہا تو پھر اس نے دوسرا ہتھکنڈہ استعمال کیا۔ اس کے علاوہ مولانا کی شہادت کی فوری وجہ ان کا دورہ پنجاب تھا جس میں انہوں نے بھٹو جیسے ظالم کو ببانگ دہل للکارا اور اس کے ظلم و تشدد پر مختلف مقامات پر شدید تنقید کی۔ بھٹو نے محسوس کر لیا کہ اس شخص کے ہوتے ہوئے نہ صوبہ بلوچستان پی پی پی کی جعلی حکومت مستحکم ہو سکتی ہے اور پنجاب میں بھی معقول ہوتے دیکھ کر کھلا چھوڑا اور چند روز بعد آپ کو شہید کروا دیا گیا۔

س:۔ بلوچستان میں افسر شاہی کا رویہ کس قسم کا ہے؟

ج:۔ افسر شاہی کا دماغ درست کرنے والے منتخب عوامی نمائندے ہوتے ہیں۔ میں آپ کو مثال دیتا ہوں کہ بھٹو کے دور میں بھی جب ہم متحدہ تھے تو افسر شاہی ہمارے سامنے جھک گئی لیکن اب افسر شاہی پھر اپنے اصلی کردار کی طرف لوٹ گئی۔ چیف مارشل لاء حکام کو غلط اعداد و شمار پیش کئے جاتے ہیں اور انہیں غلط گائیڈ کیا جا رہا ہے۔ دراصل یہ طریقہ موجودہ حکام کو ناکام بنانے کے لئے اپنایا گیا ہے اور اس سلسلے میں وہ کافی کامیاب رہے ہیں اور عوام موجودہ حکام سے کافی بدظن ہو چکے ہیں۔

میری رائے میں اس سلسلے میں عوامی نمائندوں کا بھی قصور ہے۔ وہ بھی مارشل لاء حکام سے مل کر صحیح صورتحال سے آگاہ نہیں کر رہے اور پھر ظاہر ہے کہ سابقہ مراعات یافتہ طبقہ افسر شاہی سے مل کر عوام کو گمراہ کر رہا ہے۔

س:۔ کیا آپ بھی انقلاب افغانستان کے بلوچستان پر اثرات سے متفکر ہیں؟

ج:۔ قطعاً صاحب! ان اثرات کی بات پورے پاکستان پر کر دی۔ بات دراصل یہ ہے کہ اگر یہ ملک اس نظریہ پر جس کی خاطر بنا تھا، عمل پیرا ہو تو ہمیں کسی قسم کے اثرات و خطرات کا خدشہ نہیں۔ ہم نے اس انقلاب پر جس نے امیر غریب کا فرق مٹا دیا تھا عمل پیرا نہ ہوئے تو ہم افغانستان کے عوام سے بالاتر نہیں ہو سکتے۔ اسلام سے روگردانی کی سزا ہمیں بھی انقلاب افغانستان کی صورت میں مل سکتی ہے اور اگر ہم محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نظام پر عمل پیرا ہو جائیں تو پھر ماسکو اور واشنگٹن مل کر بھی ہمارے اندرونی معاملات میں دخل نہیں دے سکتے۔

س:۔ "عظیم پختونستان" اور "عظیم بلوچستان" کی اصطلاحات کی کیا حیثیت ہے اور ان کا حقائق سے کیا تعلق ہے؟

ج:۔ جہاں تک ان اصطلاحات کا تعلق ہے تو اکثر اوقات مختلف ذرائع سے ان کا مطلب یوں بیان کیا جاتا رہا ہے کہ عظیم پختونستان صوبہ سرحد اور بلوچستان کے پختون علاقوں کے ساتھ ساتھ افغانستان کے بھی پختون علاقوں پر مشتمل ایک ریاست STATE کا تصور دیا جاتا رہا ہے۔ اور اسی طرح عظیم بلوچستان سے ان علاقوں پر مشتمل ایک ریاست STATE لی جاتی ہے جو بلوچستان، ایران (مشہد، زاہدان) عراق کے بلوچ علاقے اور پنجاب کے ضلع ڈیرہ غازی خان تک علاقہ شمار کیا جاتا ہے۔ ان تمام جگہوں پر بلوچ عوام کی اکثریت ہے۔ اسے یہ تصوراتی طور پر "عظیم بلوچستان" کی تخیلاتی ریاست کہتے ہیں۔

لیکن یہ تمام نقشے تصوراتی منصوبے کاغذی حد تک محدود ہیں۔ چند مخصوص افراد وقتاً فوقتاً اس کا نعرہ لگا کر اپنے لئے سامان تعیش حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ جہاں تک ولی خان اور ان کے گروپ کا پختونستان سٹنٹ سے تعلق کا ہے اور افغانستان سے اسی پختونستان کی پشت پناہی کا مسئلہ ہے یہ تو ولی خان اسے داخلی طور پر نام کا مسئلہ قرار دے چکے ہیں یہاں تک کہ نیپ جمعیۃ کے نو ماہ کے دور حکومت میں اس نام کے مسئلہ کو بھی نہیں چھیڑا گیا۔

س:۔ ایک طالب علم تنظیم B.S.O کی ملک دشمنی اور اسلام مخالفت نعرہ بازی کا کیا مسئلہ ہے؟

ج:۔ بلوچستان کے سکول، کالجوں میں ایک طلباء تنظیم بلوچ سٹوڈنٹس آرگنائزیشن ہے گذشتہ دنوں انہوں نے خضدار میں ایک جلوس نکالا اور اس میں اسلام مردہ باد اور آمریت کے تین نشان ضیاء، مفتی، ولی خان کے نعرے لگائے۔ یہ طلباء اپنے آپ کو ترقی پسند نیشنلسٹ سوشلسٹ کہلاتے ہیں۔ شروع میں ان کا کالعدم نیپ سے تعلق متصور ہوتا تھا لیکن آج یہ این۔ ڈی۔ پی کے بھی خلاف ہیں۔ انہیں رجعت پسند اور مفاد پرست گردانتے ہیں اپنا تعلق ایک بڑی طاقت سے جوڑنے میں بھی فخر

محسوس کرتے ہیں۔ گذشتہ دنوں انہوں نے اسلامی ذہن کی طلباء تنظیم جمعیۃ طلباء اسلام کے کامیاب کنونشن کے بعد اپنی مخالفت کا رخ اس طرف موڑ دیا۔ اس تنظیم سے متعلق طلباء کو دھمکیاں دی گئیں۔ میں حکومت اور والدین سے انکو بے راہروی اور غلط راستے پر چل نکلنے سے روکنے کے سلسلہ میں توجہ دیئے جانے پر زور دیتا ہوں۔

اس کے بعد میں نے اپنی گفتگو کا رُخ انتہائی اہم موضوعات کی طرف موڑ دیا۔

س : حافظ صاحب! یہ گرم پانیوں کا کیا مسئلہ ہے؟

ج : بھائی! اس سلسلہ میں ہمیں بلوچستان کی جغرافیائی حیثیت کا جائزہ لینا ہوگا۔ بلوچستان ایک پسماندہ علاقہ ہونے کے باوجود بڑی طاقتوں کی نظروں میں کیوں ہے۔ اس کی وجہ معدنیات کے ذخائر کے علاوہ اس کی جغرافیائی اہمیت ہی ہے۔ بلوچستان کے علاقہ مکران ایسا ساحلی علاقہ ہے یہاں بحیرہ ہند کا سمندری حصہ واقع ہے جہاں تمام سال جہازرانی ہو سکتی ہے۔ یہاں سمندری پانی سردیوں میں ناقابلِ استعمال نہیں ہے بلکہ تمام سال یہ پانی قابلِ استعمال ہے۔ اس لئے اس ساحل کو گرم پانیوں کا سمندر کہا جاتا ہے۔ ایران اور افغانستان کے پاس بھی کوئی ایسی بندرگاہ نہیں جو اسے بحیرہ ہند سے ملائے اور بڑی طاقتیں اسے اس لئے اہمیت دیتی ہے کہ خلیج عربی (Arabian Gulf) کی تمام ریاستیں ساحل مکران کی سیدھ میں پٹی پر واقع ہیں۔ اور یہاں سے دوبئی۔ کویت۔ مسقط۔ عمان۔ ابوظہبی سعودی عرب جیسے اہم ممالک واقع ہیں تو دوسری طرف بلوچستان کے ذریعے افغانستان اور ایران کی سرحدات ملی ہوئی ہیں۔ ان جغرافیائی اہمیت کی وجہ سے بار بار اس ساحل کا ذکر کرتا ہے۔ بڑی طاقتیں اس ساحل کو ایشیا کے دفاع کے لئے بہت اہم سمجھتی ہیں اور بعض اوقات اس پر للچائی ہوئی نظر بھی ڈالتی ہیں۔

س : بلوچستان معدنیات ذخائر سے مالا مال تصور کیا جاتا ہے لیکن اب تک خاطر خواہ معدنیات سے استفادہ حاصل نہیں کیا جا سکا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

ج : یہ بالکل درست ہے کہ بلوچستان کی معدنیات سے اس حد تک استفادہ حاصل نہیں کیا جا سکا جس کی عوام توقع رکھتے ہیں اور بعض اوقات ان میں غلط فہمیاں بھی ہوئی ہیں کہ بلوچستان میں تیل کے ذخائر موجود ہونے کے باوجود اب تک نکالے کیوں نہ جا سکے۔ کیا ہم اپنی سرزمین سے معدنیات اور خصوصاً تیل نکالنے میں مجبور ہیں۔ کیا تفتان سے تیل نکال لینے سے کسی اور کے ذخائر پر اثر پڑتا ہے اس سلسلہ میں حکومت عوام کو اعتماد میں لے کیونکہ اچانک تیل نکل آنے کی خوشخبری اور چند ماہ بعد اس سلسلہ میں اس کے برعکس خبروں سے عوام میں مایوسی پھیلتی ہے۔

س : کیا آپ نے صوبائی سطح پر مولانا شمس الدین شہید کے مسئلہ کو دوبارہ اٹھایا؟

جواب : ۱۳ مارچ ۱۹۷۸ء میں مولانا شمس الدین شہید کی چوتھی برسی تھی۔ میں نے اس سلسلہ میں ترجمان اسلام لاہور کے لئے ایک ڈائری لکھی اور اس سلسلہ میں موجودہ حکومت کی سرد مہری کا بھی رونا رویا۔ یہ ڈائری مارشل لاء کی نظر سے گذری تو جنرل غلام محمد ایڈمنسٹریٹر صوبہ بلوچستان (اب سابقہ) نے بہ نفسِ نفیس مجھے بلایا۔ اس سلسلہ میں گفتگو کی۔ میں نے بھی کھلی کھلی باتیں کیں۔ اس سلسلہ میں مختلف پروف اور دیگر طریقوں سے مولانا کے قاتلوں کی نشاندہی کی۔ پھر انہوں نے کہا کہ مولانا کے والد سے مل کر اور وہاں سے پولیس کی ابتدائی تفتیش ہمیں لا کر دے دیں۔ میں خود ڈر دب گیا۔ مولانا کے والد نے کہا کہ ہم نے اپنے طور F.I.R درج نہیں کرائی۔ یہاں پر انہوں نے اپنے (سابقہ حکومت) طور پر کارروائی کی تھی۔ ہمیں ان سے کسی انصاف کی توقع نہیں تھی کیونکہ قاتل تو یہ خود تھے۔ پھر ان سے ہی انصاف کی توقع رکھنا عجیب سا لگتا تھا۔ نیز یہ مسئلہ اسی وجہ سے آگے نہ بڑھ سکا اور اب ہم اپنے اسی مطالبہ پر زور دیتے ہیں کہ یہ مسئلہ حکومت کو اپنے ہاتھ میں لے کر حل کرنا چاہیئے۔ کسے نہیں پتہ کہ مولانا کا قاتل شاہ وزیر اب بھی کھلا گھوم رہا ہے۔

س : صوبہ بلوچستان میں احتساب کی کیا رفتار ہے۔ کیا یہاں کچھ لوگ اس کی گرفت میں آئے ہیں۔

ج : دراصل احتساب کی صورتحال ٹربیونل کے فیصلوں کے بعد سامنے آئے گی۔ لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ جن افراد کے کیس ٹربیونل میں زیر سماعت ہیں وہ آئے دن اسلام آباد تشریف لے جاتے ہیں۔ جنرل ضیاء تک سے ملاقات کرتے ہیں بلکہ ان میں سے بعض لوگوں کو تو سی۔ ایم۔ ایل۔ اے نے خاص طور پر دعوت نامے بھیج کر بلایا۔ یہ کیا تک ہے کہ سابقہ حکومت کے مراعات یافتہ طبقہ اور عوام کے جان و مال کے دشمن لوگ آج بھی سرخرو ہو رہے ہیں۔ گزشتہ دنوں جنرل ضیاء سردار عثمان جوگیزئی کی دعوت پر ان کی رہائش پر تشریف لا رہے تھے پروگرام کسی وجہ سے ملتوی ہو گیا اور ان سردارد ل غوث بخش رئیسانی۔ سردار دودا خان۔ تاج محمد جمالی۔ تیمور شاہ۔ سردار عثمان کس "عوام دوستی" قربت سے سرفراز کیا جا رہا ہے۔ اس سے موجودہ حکومت سے بھی عوام کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا ہو رہے ہیں۔

میں نے اپنا آخری سوال سیاسی سرگرمیوں پر پابندیوں اور کچھ جماعتوں پر مزید "ایکٹ" کے نتائج کے سلسلہ میں کر دیا۔

س : حافظ صاحب! آپ کے خیال میں سیاسی عمل پر پابندی کے کیا نتائج ہو سکتے ہیں اور مارشل لاء حکام کی کچھ جماعتوں پر آئندہ الیکشن میں حصہ لینے پر پابندی لگا دینے کے سلسلہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟

ج : جمہوری عمل کے بغیر کوئی معاشرہ بھی نشوونما نہیں پا سکتا ہے اور مسائل کے صحیح حل کے لئے منتخب نمائندے ہی کارآمد ثابت ہوتے ہیں۔ مفتی صاحب تو اکتوبر ہی میں الیکشن پر زور دے رہے تھے کیونکہ سیاستدان انتخابات اور جمہوری عمل کے آزادی کی حمایت کئے بغیر نہیں

باقی صفحہ ۱۰ پر

گریز کیا۔ ہم نے تمام فیصلے ملی اور قومی مفادات کو سامنے رکھ کر کئے ہیں۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں کہ ہم نے وزارتوں کو قبول نہیں کیا اور ایسی شرط لگائیں جن سے جمہوری اقدار کا تحفظ ہو۔ انتخابات جلدی ہوں اور مارشل لا ختم ہو یا اس کے اثرات کو کم سے کم کیا جائے۔

ہم نے قومی حکومت کے با مقصد اور با اختیار ہونے کی جو شرط پیش کی تھی اس سے ہمیں توقع تھی کہ ایسا ہی ہوگا۔ یہ مسئلہ تین ماہ سے لٹک رہا تھا۔

دنیا کی کوئی بھی جمہوری پارٹی فوجی اقتدار کے سایہ میں شرکت کو پسند نہیں کرتی۔ ہم تو صرف ملک کے وسیع تر مفاد کے لئے مذاکرات کر رہے تھے۔ ہماری شرائط نہایت معقول تھیں ہم نے جنرل صاحب کو وفاقی حکومت کا سربراہ بنانا تسلیم کر لیا تھا اور اس کی ضرورت بھی تھی مگر ہم صوبوں میں کسی جنرل کو یہ اختیار دینے کے لئے تیار نہ ہوئے

اس لئے کہ ہم مارشل لا کو کسی نہ کسی درجے میں کم کرنا چاہتے تھے۔ بلا ضرورت مارشل لا نہ ملک کے لئے مفید ہے اور نہ ملت اور قوم کے لئے۔

ہم ملک کے وسیع تر مفاد کی خاطر موجودہ حکومت کی غلطیاں بھی اپنے کھاتہ میں ڈالنے کے لئے تیار تھے مگر اصولوں کو یکسر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔

غداری کا مسئلہ:

جنرل صاحب نے یہ بھی کہا ہے کہ جو پارٹیاں نظریہ پاکستان پر یقین نہیں رکھتیں انہیں سیاست میں حصہ نہیں لینے دیا جائے گا۔

پاکستان میں کوئی پارٹی ایسی نہیں جو پاکستان اور اسلام کے لئے مخلص نہ ہو سوائے پیپلز پارٹی کے۔ یہ غداری اور وفاداری کا مسئلہ اب ختم ہو جانا چاہیئے

پاکستان قومی اتحاد میں شامل تمام جماعتیں محب وطن بھی ہیں اور اسلام کے نظام عدل مساوات کے نفاذ کی خواہاں بھی ہیں۔

اگر اتحاد کو کمزور کرنے کی سازش نہ کی جاتی تو ہم انتشار کا شکار نہ ہوتے۔ اتنی بڑی تحریک کے نتائج کو بری طرح پامال کیا جا رہا ہے، غیر موثر بنایا جا رہا ہے۔ اگر جنرل صاحب اپنے وعدہ کے مطابق ۱۸ اکتوبر کو انتخابات کرا دیتے تو اقتدار منتقل بھی ہو چکا ہوتا اور پاکستان ترقی بھی کرتا۔ جب تک سمت متعین نہ ہو نتائج صحیح برآمد نہیں ہوں گے۔

پاکستان بنا ہی اس لئے ہے کہ مسلمان قرآن و سنت کے مطابق نظام زندگی کو اپنائیں۔ اسلام سے متعلق جو باتیں جنرل صاحب نے کی ہیں جس عزم کا اظہار کیا ہے ہم اس کا خیر مقدم کرتے ہیں مگر احتیاط اور عمل کی ضرورت ہے۔

ضروری وضاحت:

ایک اخبار نے برصغیر کے عظیم مفکر نابغہ عصر حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کے بارے میں جو مضمون شائع کیا ہے اس سے مجھے سخت صدمہ ہوا۔ اتنے بڑے جید عالم دین اور فاضل کے بارے میں کیچڑ اچھالنا سخت قابل مذمت ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد کے علم و فضل کا اعتراف دنیا بھر کے مفکروں اور عالموں نے کیا ہے۔ گذشتہ پانچ صدیوں میں اتنا بڑا عالم دین اور پیدا نہیں ہوا۔ ان کی وفات کے بعد ایک متعصب ہندو مصنف کے حوالہ سے غلط اور بے بنیاد الزامات لگانا بالکل غیر انسانی اور غیر اخلاقی فعل ہے۔

ضلع ملتان کے رہنماؤں کا احتجاج

ضلع ملتان جمعیۃ علماء اسلام کے امیر سید خورشید عباس گردیزی، ناظم عمومی مولانا عبدالقادر قاسمی، ملتان شہر کے امیر حاجی حقنواز، ناظم عمومی نور عالم قریشی، سرپرست حاجی ہدایت اللہ، ناظم شیخ محمد یعقوب اور راجہ خدا بخش نے بھی ایسی توہین آمیز مضمون کی اشاعت پر شدید احتجاج کیا ہے۔

بیان میں کہا گیا ہے کہ جھوٹے بے بنیاد اور غیر اخلاقی الزامات لگانے سے مسلمانوں کو سخت دکھ ہوا ہے۔ مولانا کی کردار کشی سے اب پاکستان کی قوت میں کیا اضافہ ہوگا؟ اس ہندو نے بار بار اس دکھ کا اظہار کیا اور زیر بحث نئے بعد وہ کانگریس کے صدر کی حیثیت سے مولانا کا کردار ایک متعصب مسلمان کا کردار رہا ہے۔

اس شہادت کے بعد تو تمام غلط فہمیوں کا ازالہ ہو جاتا ہے جب دشمن نے بھی تسلیم کر لیا کہ مولانا مسلمانوں کے حقوق کے لئے جنگ لڑتے رہے۔ اسی جنگ کا ایک حصہ پاکستان ہے۔ مولانا تقسیم کے بعد کراچی آئے تو انہوں نے قائد اعظم کے مزار پر پھولوں کی چادر چڑھائی۔ اس واقعہ سے ثابت ہو گیا کہ مولانا خود ماضی کے اختلافات کو بھول گئے تھے اور قوم کو بھی یہ بتانا چاہا کہ ماضی کو بھول کر ہم پاکستان کو عظیم بنانے کی جدوجہد میں حصہ لیں۔

مولانا نے بھارت میں مقیم مسلمانوں کی جو خدمت کی ہے اور جو دستوری تحفظات مسلمانوں کو دلائے ہیں وہ ایک تاریخی حقیقت رکھتے ہیں۔ مسلمانوں کی آزادی کا تناسب ہندو آبادی سے زیادہ ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بھارت میں ہندو اب بھی مسلمان ہو رہے ہیں اور مسلمانوں کو اسقدر مذہبی آزادی حاصل ہے جس سے ان کے حوصلے بلند ہوئے ہیں۔

پاکستان کا اہل علم طبقہ آج بھی ان کی تفسیر اور کتابوں سے روشنی حاصل کرتا ہے اور ان کی جدوجہد آزادی پر فخر کرتا ہے۔

انٹرویو: حافظ حسین احمد

رہ سکتا۔ آزاد سیاسی سرگرمیاں ملک کے استحکام کے لئے بہت ضروری ہیں۔ ہم مارشل لا کی حمایت نہیں کر سکتے۔ اس وقت مارشل لا کی ضرورت تھی۔ اب انتخابات ہونے چاہئیں ورنہ مسائل مزید الجھ جائیں گے اور سیاسی عمل پر مزید پابندی ملک میں خطرناک نتائج میں منتج ہوں گے۔ اگر مزید چند سیاسی جماعتوں پر "ایبڈو" لگائی گئی اور سیاسی سرگرمیوں پر موجودہ قدغن برقرار رکھا تو یہ ملک کے لئے انتہائی نقصان دہ ثابت ہوگی۔ پھر ملک کو سنبھالنا مشکل ہو جائے گا۔ مارشل لا حکام کو حالات کا صحیح جائزہ لینا چاہیئے اور صحیح وقت پر درست فیصلہ آج کی اہم ضرورت ہے۔ ورنہ گذرا ہوا وقت پھر

از: محمد ادریس ہوشیارپوری

چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کی تقریر پر کچھ

اظہار خیال

عرصۂ دراز کے بعد چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نے ۲۵ جون ۷۸ء کو ایک تفصیلی تقریر ریڈیو اور ٹی۔وی پر ارشاد فرمائی۔ تقریر جو ایک طویل عرصہ بعد تھی خاصی طویل تھی۔ ملک و قوم کے کئی اہم امور پر جنرل صاحب موصوف نے اظہار خیال فرمایا۔

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ مارشل لاء کا نفاذ ہوتے ہی افواج پاک کی طرف سے فوری انتخاب کا وعدہ تھا اور اس سلسلہ میں حریف دو بڑی پارٹیاں ہر صورت انتخاب کے لئے میدان سے راہ فرار اختیار کرنا ہرگز پسند نہیں کرتی تھیں۔ یہ مارشل لاء حکومت کی بعد کی تحقیق ہے کہ ملک میں سیاسی پارٹیاں ساٹھ سے کہیں زیادہ متجاوز ہیں لیکن سابقہ انتخاب میں مقابلہ دو ہی پارٹیوں میں تھا۔ اس لئے اوّلاً تو انتخاب کے التواء کا کوئی جواز نہ تھا۔ اور اگر بقول جنرل ضیاء الحق صاحب کے ایسے افراد قومی اتحاد میں موجود ہیں جنہوں نے ہاتھ باندھ کر انتخاب کے ملتوی کرنے کو کہا تھا تو ان کا فرض تھا کہ ایسے افراد کو پردۂ ابہام میں رکھنے کی بجائے قوم کے سامنے ان کے اسمائے گرامی ذکر کرتے تاکہ مستقبل کے تمام خدشات کا وہ مستوجب اور مورد ٹھہرتے۔ لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ اس میں کیا مصلحت تھی؟ فی الوقت اس پر خاموشی ہے لیکن مستقبل میں یہ لوگ بے حجاب ہو کر رہیں گے جنہوں نے قوم کی مشکلات میں اضافہ کیا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ جنرل صاحب اب بھی ان کا اظہار فرما دیں تو بہتر ہوگا تاکہ جمہوری اداروں سے ایسے لوگوں کو نکال باہر کیا جا سکے۔ نیز اس لئے بھی ضروری ہے کہ خود مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کی وضاحت کے بعد ان پر بھی کوئی حرف نہیں آ سکے گا۔

احتساب کے موجودہ طریق کار نے عوام اور حکومت کے درمیان خلاء پیدا کیا ہے

جنرل صاحب نے اپنی تقریر میں اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ فی الوقت حکومت اور عوام میں ایک زبردست خلاء ہے اور حکومت چاہتی ہے کہ اس خلاء کو کسی احسن طریق سے پُر کیا جا سکے۔

اس خلاء کا پس منظر عمل احتساب کا طویل ہونا ہے۔ نیز اس کے طریق کار سے عوام میں مایوسی نے خلاء کو مزید تقویت بخشی ہے۔ اس خلاء کو پر کرنے کے لئے اوّلاً حکومت نے مشیروں کا تقرر کیا۔ اس میں ناکامی ہوئی۔ پھر قومی حکومت مخلوط حکومت اور سویلین حکومت کی طرح ڈالی گئی۔ لیکن یہ تمام کوششیں ناکام ثابت ہوئیں۔ اگر اس کے پس منظر میں غور کیا جائے تو یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ناکامی کی وجہ نامزد نمائندگان کا عوام سے ربط کا فقدان تھا۔ اب یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ وفاقی کابینہ میں جو افراد شامل کئے جائیں گے۔ کیا ان کا عوام سے رابطہ ہوگا۔ ظاہر بات ہے کہ یہ بھی نامزدگیاں ہوں گی اور انتخاب کے بغیر بننے والی کابینہ کیونکر عوام میں مقبول ہوگی؟ اس طرح یہ خلاء کیسے پر ہو سکے گا؟ البتہ حکومت کی ذمہ داریوں میں اضافہ ہوگا۔ مسائل بڑھ جائیں گے اور ان کے حل کا کوئی طریق نہیں مل سکے گا۔ نیز کابینہ بنانے سے قبل یہ سوچنا ضروری ہے کہ سیاسی جماعتوں کا تعاون نہیں ہوگا تو پھر عوام سے رابطہ نہ ہو سکے گا اور کابینہ کیلئے پیدا شدہ مشکلات کا حل کس طرح ہوگا؟ کابینہ بننے کے بعد آگے اور کوئی منزل نہیں؟

نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کا تحفظ

تقسیم امور کے پیش نظر مسلح افواج کا کام ملک کی سرحدوں کی حفاظت کرنا ہے اور سیاسی پارٹیوں کا کام جمہوری اداروں کا تحفظ ہے۔

یہ دونوں بوجھ اگر ایک ادارے پر ڈال دیئے جائیں تو لازمی امر ہے کہ وہ انکو باحسن طریق سرانجام نہیں دے سکتے۔ فوج اپنی پیشہ ورانہ صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر دفاع کو مضبوط بنائے اور جمہوری اداروں سے تعلق رکھنے والے سیاست دان جمہوریت کی ذمہ داریاں پورا کریں تب ہی ملک بیرونی خلفشار اور نظریاتی طور پر اندرونی انتشار سے بچ سکتا ہے اس کے بغیر ملک کے استحکام کو کسی بھی وقت خطرہ لاحق ہو سکتا ہے جو ماضی کے مہیب قصہ کو دہرانے کا باعث بن سکتا ہے۔

جنرل صاحب موصوف نے اپنی تقریر میں سیاست دانوں کا احترام کا ضرور کیا تھا لیکن عوام کو سیاست دانوں سے قریب کرنے کی بجائے یہ تاثر دیا گیا ہے کہ یہ لوگ نااہل ثابت ہوئے ہیں ان کا کوئی مؤقف نہیں ہے۔ اسی سلسلہ میں انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ کوئی مسائل کا حل صرف انتخاب کو قرار دیتا ہے اور کوئی احتساب کو پہلے ضروری قرار دیتا ہے۔ حتیٰ کہ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ اگر کسی نے منتخبہ نمائندہ حکومت کا حال دیکھنا ہو تو مارشل لاء سے قبل کے چھ سال کے عرصہ میں دیکھ سکتا ہے۔

سوال یہ ہے اگر اتحاد کے رہنما جو محاسبہ کے حق میں تھے اور کچھ انتخاب کے فوری کرانے کے لئے کہتے تھے یہ جنرل صاحب کو مطمئن نہیں کر سکے اور جنرل صاحب کو مختلف مشورے

دیتے ہیں اور جنرل صاحب بھی ان کے مشوروں سے مطمئن نہیں ہیں۔ تو یہ لوگ تو جنرل صاحب کے معیار (جو بھی ان کے نزدیک معیار ہو) پر پورا نہیں اتر سکے اور پیپلز پارٹی محاسبہ کی زد میں ہے۔ اور اپنی سابقہ نااہل کاریوں کی بنا پر ملک کی آئندہ قیادت کا بوجھ برداشت نہیں کر سکتی تو پھر مستقبل میں انتخاب کرانے کے کیا معنی ہوں گے؟ یہی دو سیاسی حریف پارٹیاں جو دو نظریات لے کر میدان میں موجود ہیں۔ یہ دونوں نااہل ہیں، اب تیسری قوت وہ کون سی ہوگی؟ اور مثبت نتائج کی توقع پوری ہو سکے۔

منتخبہ نمائندہ حکومت

اور اس کی ضرورت؛

منتخبہ نمائندہ حکومت کی اہمیت اور ضرورت پر کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ دنیا کی نظر میں اس ملک کی کوئی اہمیت اور عزت و توقیر نہیں جو "عوامی نمائندوں" سے محروم رہے۔ ملک کا احترام اس وقت تک عالمی رائے عامہ کے نزدیک کوئی وقعت نہیں رکھتا جب تک اس کے اصل مالک اس کی باگ ڈور نہ سنبھالیں۔ اس سلسلہ میں جنرل موصوف جیسے فہیم انسان کو دلائل کی روشنی میں یہ باور کرانے کی چنداں ضرورت نہیں کہ جمہوریت کی بحالی کتنی ضروری اور اہم چیز ہے۔ جنرل صاحب نے سالِ گذشتہ میں اپنی پہلی نشری تقریر میں بہت ہی پُرعزم طریق سے فرمایا تھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ پاکستان میں جمہوریت کا پودا ثمرآور نہیں ہو سکا مجھے یقین ہے کہ جمہوریت پاکستان میں ضرور کامیاب ہوگی۔

بھٹو کے خلاف تحریک جمہوریت کے بحال نہ ہونے کی بنا پر چلی تھی، اس لئے جمہوریت کو پنپنے کا جب تک موقع نہیں مل سکتا۔ اس وقت ہم یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ عارضی طور پر ملک میں امن و سکون بحال رہے لیکن جب جمہوریت کا گلہ مسلسل گھٹتا چلا جائے اور عوامی حقوق کا تحفظ نہ ہو سکے تو اس کے نتائج بالآخر اچھے نہیں ہوتے۔ نہ ملک کے لئے اور نہ ہی قوم کے لئے۔ اس لئے جنرل صاحب کا یہ فرمانا کہ اگر کسی نے منتخبہ نمائندہ حکومت کا حال دیکھنا ہو تو گذشتہ چھ سالوں میں دیکھ سکتا ہے۔ اگر مجھے معاف رکھا جائے تو عرض کروں کہ یہ درست ہے منتخبہ نمائندہ حکومت کا حال یہ درست نہیں تھا مگر ہماری آنکھوں سے وہ مارشل لاء بھی اوجھل نہیں جس کی کوکھ سے اس منتخبہ نمائندہ حکومت نے جنم لیا تھا۔

اس لئے ہم منتخبہ نمائندہ حکومت اور مارشل لاء کا تقابل کرنے کی بجائے حقیقت کو حقیقت سمجھیں تو بہتر ہوگا۔ ہم تو اس منتخبہ نمائندہ حکومت کو قصوروار تقسیم ملک کے بعد ٹھہرا سکتے ہیں مگر دیکھنا یہ ہے کہ جب مجیب الرحمٰن مرحوم ایک عظیم اکثریت سے کامیاب ہو گئے تھے، اور مغربی پاکستان میں بھٹو کے علاوہ بھی نمائندگان کامیاب ہوئے تھے۔ دو صوبوں کی پوری طاقت بھٹو کے خلاف تھی تو مجیب مرحوم کو اقتدار کی منتقلی میں رکاوٹ کس نے پیدا کی؟ اور اس کا ذمہ دار کون تھا؟ ماضی قریب کی تاریخ اور تلخ تجربات سے ہمیں آنکھیں بند کرنے کی بجائے سبق حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ مارشل لاء کا طویل ہونا کسی صورت ملک کے لئے مفید نہیں اس لئے ایسے اقدام فوری ناگزیر ہیں جو ملک کو جمہوریت کی راہ پر ڈال سکیں اور منتخبہ نمائندہ حکومت ہی ملک کا کاروبار چلا سکے۔ "مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا۔"

بلدیاتی انتخابات کا

کوئی جواز نہیں؛

اس لئے اندریں حالات صرف قومی اسمبلی کے انتخابات کرانا ضروری ہیں۔ بلدیاتی انتخابات کے لئے اگر فضا سازگار ہے تو قومی اسمبلی کے انتخابات کے لئے بھی فضا سازگار ہو سکتی ہے۔ بلدیاتی انتخابات کی ذمہ داری آئندہ منتخبہ نمائندہ حکومت کی ہونی چاہیئے۔ مارشل لاء حکومت کی ذمہ داریوں میں اس قسم کا اضافہ جن کی وجہ سے وہ مزید مسائل میں الجھ کر رہ جائیں اور اصل مقصد یعنی احتساب کی جلد تکمیل اور انتخابات کا جلد انعقاد نظروں سے اوجھل ہو جائے ہرگز مفید ثابت نہیں ہو سکتا۔

جس طرح آپ نے سیاست دانوں سے قومی مسائل پر مشورہ کرنے کی اپنے مختصر دور میں ضرورت محسوس کی ہے۔ کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اس سلسلہ میں سیاستدانوں کو اعتماد میں لینے کی کوشش نہیں فرمائی۔ اس لئے ارباب سیاست اس اقدام کو ملک کے لئے مفید نہیں سمجھ رہے۔ اس طرح یہ مارشل لاء اور سیاست دانوں کی طرح نظریاتی اتحاد اور ہم آہنگی نہ ہونے کے باعث نئے حادثات کو جنم دینے کا بھی ذریعہ بن سکتا ہے۔ جب فوج کے سیاسی عزائم نہیں اور وہ اپنی پیشہ ورانہ صلاحیتوں سے کسی صورت دستبردار ہونے کو تیار نہیں ہے تو پھر سیاستدانوں کو ایک طرف کر کے ایسے قومی مسائل پر یکطرفہ فیصلہ صادر فرمانا آپ کی سابقہ روایات کے خلاف ہے۔ پھر اس کے نتائج بھی سابقہ توقعات کے خلاف ہو سکتے ہیں یعنی بھٹو ازم کے خاتمہ کے لئے جو فوج اور قومی اتحاد کی مشترکہ کوشش جاری ہے وہ متاثر ہو سکتی ہے۔ اس طرح اس کا فائدہ نہ فوج اور قومی اتحاد کو ہوگا بلکہ تخریب پسند پیپلز پارٹی کو پہنچے گا جس کے ذمہ دار شعوری یا غیر شعوری طور پر ہم ہی ہوں گے۔

نیز بلدیاتی انتخاب کا غیر سیاسی جماعتی بنیادوں پر ہونا کس طرح جمہوریت کے لئے مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ سیاسی جماعتوں کی کارکردگی کو کوئی ملک کا شہری نظرانداز نہیں کر سکتا۔ بھٹو۔ ایوب خان کے خلاف تحریک چلانے والی یہی سیاسی جماعتیں تھیں۔ بھٹو جیسے آمر کو قوم نے ٹھکرایا اور فوج کے اقتدار کے لئے راستہ بنایا سیاسی جماعتوں نے ملک اور قوم کی خدمت کی ہے اور انہیں اہل لوگ موجود ہیں۔ اس لئے غیر جماعتی بنیادوں پر انتخاب کا انعقاد یہ ہمارا قدم جمہوریت کی طرف نہیں ہوگا۔

نیز بعد ازاں اگر قومی انتخابات جماعتی بنیادوں پر ہوں گے تو یہ پوری باڈی جو بلدیاتی انتخاب میں کامیاب ہو چکی ہوگی کس طرح آئندہ

جماعتوں کے ساتھ تعاون پر آمادہ ہوگی؟ یہ ایک نیا شوشہ ہوگا جو جماعتوں کے لئے دردِ سر بن سکتا ہے۔

غیر جماعتی انتخاب میں کوئی ذمہ داری اور نظریاتی فکر کو سامنے رکھ کر انتخاب میں حصہ نہیں لیا جا سکتا بلکہ محض ہوسِ اقتدار ہے جس کی بنا پر نظریاتی خلا کا ہونا فطری امر ہے

نیز گذشتہ دنوں حنیف رامے کی غیر جماعتی پارلیمانی طرزِ حکومت کی تجویز جس طرح عوام نے مسترد کی ہے وہ کسی تبصرے کی محتاج نہیں۔

اگر بلدیاتی انتخاب سے ہی "مثبت نتائج" کی توقع ہے تو بلدیاتی اور قومی انتخاب میں یکجہتی اور ہم آہنگی نظریاتی طور پر ضروری ہے۔ ورنہ خالصتاً نظریاتی انتخاب (قومی اسمبلی) کے لئے خالصتاً غیر نظریاتی انتخاب (بلدیاتی) مثبت نتائج کی ضمانت نہیں دے سکتا۔ اس لئے اس پر مزید غور کرنے کی ضرورت ہے ورنہ بلدیاتی انتخاب سے کوئی فائدہ نہ ہو سکے گا۔

اس ضمن میں قوم کا مطالبہ قومی انتخاب کا تھا نہ کہ بلدیاتی انتخاب کا۔ اس لئے یہ انتخابات قومی دلچسپی کا باعث بھی نہ ہوں گے۔

وفاقی کابینہ اور اسکے وزراء

وفاقی کابینہ کی تشکیل جنرل ضیاء الحق صاحب کی حسب مرضی اور پسند پر مبنی ہوگی۔ کابینہ میں شامل وزراء کا انتخاب میں حصہ لینا آزادانہ انتخاب کی راستہ میں رکاوٹ ثابت ہو سکتا ہے۔ نیز جب مقصود ملک کی خدمت ہے اور اقتدار برائے اقتدار نہیں ہے تو پھر کیا وجہ ہے انہی خدمتگاروں کو جو عبوری دورِ حکومت میں خدمت کر چکے ہوں گے ان کے علاوہ نئے لوگوں کو خدمت کا موقع فراہم نہ کیا جائے۔ اور یہ بھی نظر میں رہنا چاہیئے کہ قومی حکومت کی تشکیل کے سلسلہ میں جب مذاکرات ہو رہے تھے تو قوم کا اس بات پر شدید ردِ عمل تھا کہ اقتدار میں شامل ہونے والے افراد کو آئندہ انتخابات میں حصہ نہ لینے دیا جائے۔ اور اگر وہ انتخاب میں حصہ لیں تو کم از کم تین ماہ قبل حکومت سے مکمل دستبردار ہو جائیں تاکہ انتخاب میں وہ اپنا سرکاری اثر و رسوخ ہرگز استعمال نہ کر سکیں۔

محاسبہ کے عمل کی روایت کو مؤثر بنانے کے لیے یہ بھی وفاقی وزراء کے لئے ضروری قرار دیا جائے کہ وہ کابینہ میں شمولیت سے قبل اپنے اثاثوں کا اعلان کریں اور جب اقتدار سے معزول ہوں اس وقت بھی اپنی جائیداد کا اعلان کریں۔ جنرل ضیاء صاحب بذاتِ خود اس روایت کی سرپرستی فرماویں۔

اشیائے ضرورت اور آسمان سے باتیں کرتی ہوئی ان کی قیمتیں!

بے شک جنرل صاحب سابقہ حکمرانوں کی نسبت خود بھی کفایت شعاری کے پابند ہیں اور قوم کو بھی اسی کی دعوت دیتے ہیں — عیش پرستی میں مبتلا قوم بلاشبہ ترقی سے محروم رہتی ہے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے فرمایا کہ اگر گوشت نہیں ملتا تو اس کو کھانا ضروری نہیں، دال کھائی جا سکتی ہے — ہماری جنرل صاحب سے نہایت ادب سے گذارش ہے کہ گوشت ۱۶/- روپے سیر فروخت ہو رہا ہے نہ ملے نہ سہی، لیکن غریب کا گذر بسر جن دالوں پر ہے ان کی قیمتیں بھی آسمان سے باتیں کرتی ہیں جہاں غریب عوام کمند نہیں ڈال سکتے۔ صرف ایک چنا ہی لے لیں جو ڈیڑھ روپے سیر تک فروخت ہوتا تھا گذشتہ دنوں ناپید ہونے کے ساتھ چار روپے سیر تک فروخت ہو چکا ہے۔ روزمرہ استعمال کی چیزیں اپنی محدود آمدنی کے پیش نظر ہی خرید کی جاتی ہیں۔ گوشت کی استعداد رکھنے والے گوشت استعمال کریں مگر یہاں صورت یہ ہے کہ ہر چیز کے متعلق دکاندار یہی کہتے نظر آتے ہیں

نرخ بالا کن ہنوز ارزانی

صرف پیاز کے ساتھ بھی روٹی کھانا اس مزدور کے لئے مشکل ہے جس کے زیر کفالت پانچ سات بچے ہوں اور اس کی مزدوری صرف ۱۲/- روپے یومیہ ہو جو اس کی کپڑا دوائی کے لئے بھی کافی نہیں جو اس کے لئے ناگزیر ہے۔ باقی تعلیم کا تو سوچا ہی نہیں جا سکتا۔

تادمِ تحریر وفاقی بجٹ پیش نہیں ہوا۔ صورتِ حال یہ ہے ہر چیز نایاب ہے۔ پٹرول مارکیٹ سے غائب ہے۔ پٹرول پمپ پر قطاریں لگی ہوئی ہیں اور لوگ یہ سوچنے پر مجبور ہیں کہ بھٹو آمر تھا لیکن اشیاء ضرورت مل جاتی تھیں فی الوقت تو ان کا حصول بھی "جوئے شیر" لانے کے مترادف ہے۔ صرف ایک ادویات کی مثال دیکھ لیجئے

وفاقی بجٹ سے بہت پہلے ہی ادویات کی قیمتوں میں ۸۰ فیصد تک اضافہ ہو چکا ہے۔ مثال کے طور پر سپٹران جو ۷۵/- پیسے کی گولی تھی اب ۱/۰۵ (ایک روپیہ پانچ پیسے) میں مل رہی ہے۔ بلاجن اور آسٹو کیلیشیم کی قیمت میں علی الترتیب ۲۸/- سے ۴۰/- پیسے اور ۲/۵۵ روپے سے ۴/- روپے تک ہو چکی ہے۔ سادہ انسولین کا ایک امپیول جو ۱۲/۱۳ روپے میں ملتا تھا فی الوقت اس کی قیمت ۱۹/۲۰ روپے ہو چکی ہے۔ یہی کیفیت دوسری ادویہ کی ہے۔ جو عام آدمی کے معیار زندگی سے بہت بلند ہے اور ہر آدمی کی استطاعت نہیں کہ وہ اپنی صحت کے لئے اتنے مہنگے داموں پر خرید کردہ ادویہ استعمال کر سکے۔ اور اس پر لطف کی بات یہ ہے کہ یہ اضافہ وفاقی حکومت کی منظوری سے کیا گیا ہے۔ اور اضافہ کا کوئی جواز نہیں بتلایا گیا۔ اندریں حالات کیا تو کفایت شعاری ہو اور کیا اعتدال سے آدمی زندگی کے ایام پورے کر سکے۔ یہاں تو جینا محال ہو چکا ہے۔

اور یہ عرض کرنا بھی بے جا نہ ہوگا کہ جنرل صاحب موصوف نے اپنی گذشتہ ایک تقریر میں سائیکل کی قیمت میں حکومت ڈیوٹی کم کر دی تھی تاکہ لوگوں کو بآسانی سائیکل مل سکیں۔ بظاہر بات کہ یہ نقصان گورنمنٹ کو ہوا کہ خزانے کو اتنی کثیر رقم نہیں پہنچ سکی، سائیکل کمپنی کے منافع میں کمی نہیں ہوئی۔ لیکن اس کے باوجود سائیکل نہ ملنا حیرت و استعجاب کی بات ہے اور اسکا پس منظر خاصا بھیانک معلوم ہوتا ہے۔ بایں ہمہ صورتحال یہ ہے کہ سائیکل مارکیٹ میں بالکل ناپید ہے۔

ماہ پیسے جمع کرانے کے بعد ناقص ہوٹریل گی سائیکل ملتی ہے اور اس پر سائیکل اور اس کے نخرے برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ "لینی ہے تو یہی لے جاؤ ورنہ یہ بھی نہ مل سکے گی" اور سائیکل کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ ادھر مارکیٹ سے سڑک پر آئی اور سڑکوں کی صورۃ حال سے چند روز بھی مقابلہ نہیں کر پاتی اور اس کا ایک ایک پرزہ علیحدہ علیحدہ ہو کر رہ جاتا ہے۔ اس لئے اشیاء ضرورت مہیا ہونا ضروری ہیں۔ کفایت شعاری کا مطلب تو یہ ہے کہ چیز مل سکے اور اس کا استعمال محدود ہو۔ لیکن اگر چیز ملتی نہ ہو تو اسے چارہ گر ایک نظر ادھر بھی۔ اس قحط کا دور کرنا تو ضروری ہے۔

گذشتہ دنوں آٹے کی جو کیفیت ہوئی پھر گھی کی قلت کا جو سانحہ ہے اور پٹرول تا حال نایاب ہے۔ عوام میں اتنا "نظم و ضبط" ہے کہ ہر چیز کے حصول کے لئے لمبی لمبی قطاریں لگی ہوئی ہیں۔ آخر آپ کے پاس قانون ہے قانون نافذ کرنے والے ادارے آپ کے ماتحت ہیں۔ یہ چیزیں مارکیٹ میں موجود رکھنا ضروری ہیں ورنہ کفایت شعاری کا مطلب اس سے کچھ زیادہ مختلف نہیں کہ جب ایک وزیر سے روٹی نہ ملنے کی شکایت کی گئی کہ روٹی نہیں ملتی تو عزت مآب وزیر نے جواب دیا تھا کہ پھر ڈبل روٹی کھا ڈ — ادرک نہ ملے تو سونٹھ کھاؤ اور برف نہ ملے تو ٹھنڈا پانی پر "کفایت" کرو۔

ذخیرہ اندوز اور قانون نافذ کرنے والے ادارے:

جنرل صاحب نے فرمایا کہ ذخیرہ اندوز بھی آخر عوام میں سے ہیں۔ ہر ایک جگہ قانون کیا کرے خود عوام عوام کو تنگ کرتے ہیں اور مہنگائی پیدا کرتے ہیں اس میں حکومت کا کیا قصور ہے؟ عوام۔ عوام کو نہیں ملک کے صنعت کار سرمایہ دار جن کو اپنے احتساب کی قطعاً فکر نہیں اور انتظامیہ بھی جن کے سامنے جبین نیاز خم کرتی ہے یہ لوگ عوام کو تنگ کرتے ہیں۔ جن لوگوں کی خرید کا یہ عالم ہو کہ وہ ایک وقت کی ہنڈیا کا پورا سامان خرید نہیں سکتے تو وہ ہزاروں من اجناس خرید کر کے کیونکر سٹاک کر سکتے ہیں؟

ایوب خاں کے دور میں بائیس خاندانوں نے پورے ملک کی دولت اپنے قبضے میں کر رکھی تھی۔ کہنے کو یہ لوگ بھی عام انسانوں کی طرح دو کان، دو آنکھ ایک ناک کے انسان ہیں مگر ان کا ضمیر مردہ ہو چکا ہے جو عوام کا خون پی کر اپنی راحت اور تعیش میں اضافہ کا سامان کرتا ہے۔ اس لئے عوام۔ عوام کو نہیں بلکہ یہ خواص۔ عوام کو تنگ کرتے ہیں۔ اس مخصوص طبقے نے عوام کی زندگی اجیرن کر دی ہے۔ مصنوعی قلت پیدا کر کے کم سے کم قیمت چیز کئی گنا قیمت میں فروخت کرنا اس کے نزدیک تجارت ہے۔ کیا قانون ان چند "خواص" کا محاسبہ نہیں کر سکتا؟

آخر کیا وجہ ہے -/۳۲ روپے میں سیمنٹ نہیں ملتا لیکن -/۴۰، -/۵۰ روپے میں مل جاتا ہے۔ یہی صورتحال تقریباً ہر ایک چیز کی ہے

عوام معاشی بدحالی سے ترغیبات کے باوجود اسلام کی طرف راغب نہیں ہو سکتے۔ معاشی خوشحالی ہی سے اسلام کی طرف ان کو بلایا جا سکتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ کا مقصد جہاں روحانیت کو عام کرنا اور مذاہب عالم پر اسلام کو غالب کرنا تھا وہاں قیصر و کسریٰ اور بلادِ عجم کے بادشاہوں کی عیش کوشی کو ختم کر کے عوام میں مساوات پیدا کرنا بھی تھا۔ کیا حریر و ریشم کے لباس کوئی فقیر و بے کس لوگ پہنتے تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام فرمایا، کیا سود غریب لوگ لیتے تھے؟ نہیں بلکہ وہ تو اس میں جکڑے ہوئے تھے پھر سود حرام کیا تاکہ مظلوم لوگ سرمایہ پرستوں کی آہنی گرفت سے بچ سکیں۔ سونا اور چاندی کا بے دریغ استعمال یہی بڑے لوگ کرتے تھے آپ نے اس کو حرام فرمایا۔

اس لئے اخلاق کی درستگی کی تعلیم کے ساتھ ساتھ جو رکاوٹیں اخلاق باختگی کا سبق دیتی ہیں ان کو یک قلم ختم کرنا بھی ضروری ہے۔

ورنہ جو کچھ ہو رہا ہے اس سے کہیں زیادہ اور ہو گا اور حالات کے سدھرنے کا کوئی امکان نہ ہو گا۔

اس لئے قانون کی گرفت سے ایسے لوگ جو عوام کے لئے سوہان روح بنے ہوئے ہیں آخر کب تک بچے رہیں گے اور قانون نافذ کرنے والے ادارے کب حرکت میں آئیں گے؟ اب یہ مستقبل ہی بتائے گا کہ حکومت کے اس عبوری دور میں عوام کو خوشحالی کتنی میسر آئی اور حرماں نصیبی کا معیار کیا رہا۔

اگر بھٹو حکومت کے دور کے ڈپو ہولڈروں کو کوڑے لگ سکتے ہیں تو قانون کی بالادستی کے پیش نظر ایسے ذخیرہ اندوز کوڑوں کی سے محفوظ کیوں ہیں؟



منیر احمد

باب العلوم کمر وڈ پکا

اسلام میں مسئلہ گرانی کا حل

اطبا اور ڈاکٹروں کے درمیان طریق علاج اور ترتیب علاج کے اختلاف کے باوجود اس بات پر اتفاق پایا جاتا ہے کہ کسی بھی جسمانی مرض کا کامیاب علاج تبھی ہو سکتا ہے کہ اس کے علاج سے قبل اسباب مرض کی تشخیص و تعیین کی جائے۔ اس کے بغیر کامیاب علاج ناممکن ہے۔ اسی طرح معاشی و معاشرتی فساد ہو یا اقتصادی اور ثقافتی اس کا فطرتی اور اصولی طریق علاج بھی یہی ہے کہ پہلے اس فساد کے اسباب و عوامل کی تشخیص کی جائے اور تشخیص کرکے پھر اس کے ازالہ کی تدبیر و تجویز سوچی جائے۔ مسئلہ گرانی پر تحقیق اور غور و غوض کرنے کا اصل طریقہ اور اس کو حل کرنے کا صحیح راستہ یہ ہے کہ پہلے اسباب گرانی اور ان کے ازالہ کی تدابیر معلوم کی جائیں۔ پھر دیکھا جائے کہ کسی قوم کے گرانی میں مبتلا ہونے کی کون سی وجوہ اور کون سے اسباب ہیں اور ان کے ازالہ کی کیا کیا صورتیں ہو سکتی ہیں کیونکہ ان وجوہ و اسباب پر کنٹرول کر لینا اور ان کو زائل کر دینا ہی گرانی کا انسداد اور خاتمہ ہے۔

اور اگر اسباب گرانی جوں کے توں قائم رہیں اور انسداد گرانی کے پروگرام بنائے جائیں تو یہ عمل ایسے ہی ہوگا جیسے کوئی شخص آگ لگانے والی چنگاری کو پڑا رہنے دے اور صرف شعلوں پر پانی چھڑک کر آگ بجھانا چاہے۔ ظاہر ہے کہ جب تک چنگاری موجود ہے نہ وہ شعلوں پر قابو پا سکتا ہے اور نہ آگ بجھا سکتا ہے۔ اس لئے ذیل میں اسباب گرانی اور ان کے ازالہ کی شرعی تدابیر پر بحث کی جاتی ہے۔

اصولی درجہ میں اسباب گرانی یہ ہیں

۱۔ قلت پیداوار

۲۔ ذخیرہ اندوزی و سمگلنگ

۳ اسراف و تبذیر

۴۔ غلط منصوبہ بندی

۵۔ اہل حکومت اور اہل مال کی فرض ناشناسی

جو اسباب اس کے علاوہ ہیں حقیقت میں وہ ان میں سے کسی نہ کسی میں درج ہیں۔

قلت پیداوار:

اگر زرعی اجناس کی پیداوار میں قلت گرانی کا باعث ہو اور اس میں تاجروں کے عمل کو کسی درجہ میں دخل نہ ہو تو اسلام کی جانب سے اس میں قدرتی گرانی اور آفت ناگہانی کے انسداد کے لئے مندرجہ ذیل ہدایات ہیں:۔

(۱) بیت المال سے یعنی قومی خزانے سے خصوصی[1] امداد جاری کرکے علاقائی طور پر پائی جانے والی زرعی اجناس کی قلت و کمی کو پورا کیا جائے، کیونکہ بیت المال کے قیام کے مختلف مقاصد میں سے ایک اہم اور بنیادی مقصد یہ بھی ہے کہ نادار و مفلس اور قوت کسب نہ رکھنے والے یا اپنی کمائی سے تمام ضرورتیں پوری نہ کر سکنے والے لوگوں کی کفالت کی جائے اور دارالاسلام کی حدود کے اندر بسنے والے لوگوں میں سے جو بھی محروم المعیشت ہو اس کی معیشت کا بندوبست و اہتمام کیا جائے اور کسی وقت بھی جزوی طور پر یا قومی سطح پر پیش آنے والی کسی بھی انفرادی یا اجتماعی مالی مشکل کا ازالہ کیا جا سکے۔

امام ترمذیؒ نے اپنی جامع میں یہ حدیث نقل کی ہے:

"عمرو بن مرۃ نے حضرت معاویہؓ سے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو امام ضرورتمندوں فقیروں اور مسکینوں پر اپنے دروازے بند کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ضروریات، فقر اور مسکینی پر آسمان کے دروازے بند کر لیتا ہے" (یہ سنکر حضرت امام معاویہؓ نے ایک آدمی کو عوام کی ضروریات معلوم کرکے پوری کرنے) پر مامور کیا"۔ (ترمذی ص ۱۵۹/۱)

امام غزالی کہتے ہیں:۔

"سلطان پر واجب ہے کہ جب اس کی رعایا فاقہ، تنگی اور مصیبت میں مبتلا ہو تو ان کی مدد کرے خاص طور پر زمانہ قحط و گرانی میں، کیونکہ ایسے حالات میں لوگ کسب معاش میں ناکام رہتے ہیں اور ان کے لئے گذر اوقات دشوار ہو جاتا ہے کہ ایسے وقت میں امام وقت کو چاہیئے کہ ان کو کھانا فراہم

---

[1] : اس کا یہ مطلب نہیں کہ مستحقین کو یعنی غرباء کو کمانے کی ضرورت ہی نہیں۔ بس گھر میں لیٹے لیٹے وظیفے وصول کرتے رہیں بلکہ ان میں سے قوت کسب رکھنے والے افراد کو کسب معاش پر مجبور کیا جائیگا۔ ہاں کسب معاش کے باوجود جو کمی رہ جائے گی اور جو ضرورت پوری نہ ہو سکے گی وہ بیت المال سے پوری کی جائے گی۔ مثلاً ایک شخص دو صد کماتا ہے جبکہ اسکی ضروریات کے لئے پانچ صد درکار ہے، تو دو صد خود کمائے گا اور تین صد وظیفہ جاری کیا جائے گا۔

منیر احمد عفرلہ

کرے اور ان کے خزانے (بیت المال) سے انہیں مال دے کر ان کی حالت کو بہتر بنائے۔"

(التبر المسبوک فی نصائح الملوک ص ۹۴)

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں ایک دفعہ زبردست قحط پڑا تو عرب کا ایک وفد ایک شخص کی قیادت میں آپ کے پاس آیا، نمائندہ نے کہا

"اے امیر المؤمنین ہمارے جسم کی چمڑی سوکھ گئی کیونکہ اب تو ہڈیاں بھی میسر نہیں آتیں اور ہماری مشکل کا حل صرف بیت المال کے ذریعہ ممکن ہے۔۔۔ یہ سنکر حضرت عمر بن عبدالعزیز کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں اور آپ نے فرمایا کہ اس کی وہی حیثیت ہے جس کا تم نے ذکر کیا ہے اور حکم دیا کہ ان لوگوں کی ضروریات بیت المال سے پوری کیجائیں۔"

(التبر المسبوک ص ۶۱)

"ایک دفعہ عمر بن الخطابؓ نے یمن کے ایک شخص کو پریشان دیکھ کر پوچھا تجھے کس نے ستایا؟ وہ اٹھ کر حال بیان کرنے لگا، چند اشعار پیش کئے جن میں قحط کی شکایت کی۔ حضرت عمر اپنا ہاتھ سر پر رکھ کر چیخے

"ہائے عمر! ہائے عمر! لوگو تم سمجھے کیا کہہ رہا ہے؟ یہ قحط اور خشک سالی کا ذکر کر رہا ہے۔ عمر شکم سیر ہو کر کھاتا پیتا ہے اور مسلمان قحط اور مصیبت میں گرفتار ہیں! کون ہے جو ان لوگوں کو سامان ضرورت اور کھجوریں پہنچائے۔ چنانچہ آپ نے دو انصاری حضرات کو بہت سے اونٹوں کے ساتھ جن پر اجناس اور کھجوریں لدی ہوئی تھیں روانہ کیا۔ وہ یمن گئے اور جو کچھ لے گئے تھے اسے وہاں تقسیم کیا۔"

(سیرت عمر بن الخطاب لابن جوزی ص ۴۳)

(ب) عشر زکوٰۃ صاحب مال پر کم سے کم وہ حقوق ہیں جو اس سے بہر صورت وصول کئے جائیں گے لیکن اگر بیت المال یعنی قومی خزانے میں مال کی کمی ہو کہ وہ کفالت عامہ کے فرض کو پورا کرنے کی گنجائش نہ رکھے اور اجتماعی ضرورتوں مثلاً انسداد گرانی، دفاع، تعلیم و تربیت، قیام عدل، متاثرا مساجد، پلوں اور سڑکوں کی تعمیر، نہر کی کھدائی یا کسی صنعتی مرکز کا قیام اس کے علاوہ مختلف شعبہ جات میں مختلف منصوبہ جات ترقی کے لئے بیت المال متحمل نہ ہو تو از روئے شرع حاکم کو اختیار حاصل ہے کہ وہ اہل مال پر عشر و زکوٰۃ کے علاوہ مزید ٹیکس لگا کر اس اجتماعی ضرورت کو پوری کرے اور اہل مال پر ان ٹیکسوں کا ادا کرنا اسی طرح واجب ہوگا جس طرح کہ عشر و زکوٰۃ کا ادا کرنا واجب ہے۔ جو ٹیکس صحیح ہے مثلاً نہر کی کھدائی۔ پہرہ دار کی تنخواہ لشکر کی تیاری یا قیدیوں کو چھڑانے کے لئے یا ان جیسی دوسری صحیح ضرورتوں میں حسب ضرورت عائد کردہ ٹیکس کے بارے میں علامہ ابن الہمام حنفیؒ لکھتے ہیں

"ان ٹیکسوں کی ادائیگی ہر دولت مند مسلمان پر واجب ہے کیونکہ مسلمانوں کی اجتماعی مصلحۃ میں اولی الامر کی اطاعت واجب ہے (خواہ وہ خرچ بیت المال پر لازم نہ ہو یا لازم ہو لیکن بیت المال میں گنجائش نہ ہو)

(فتح القدیر ص ۳۳۲/ج ۵)

امام جصاص احکام القرآن میں کہتے ہیں

"علماء اسلام اس بات پر متفق ہیں کہ جب مسلمانوں پر زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد کوئی ضرورت درپیش ہو تو اس کے لئے (مزید) مال کا صرف کرنا واجب ہے۔"

(احکام القرآن ص ۲۴۲/ج ۲)

ج عام حالات میں تو شرعی محاصل یعنی عشر زکوٰۃ اور مزید عائد کردہ ٹیکسوں سے ضروریات پوری کی جاسکتی ہیں لیکن شدید قحط، سیلاب یا کسی اور آفت سماوی کی وجہ سے غذا یا کسی بھی بنیادی ضرورت کے سامان کی قلت ہو یا جنگ میں حکومت کو کثیر اموال کی ضرورت ہو ایسے ہنگامی حالات میں حاکم کو اختیار ہوگا کہ وہ اہل ثروت سے ان کی ضرورت سے زائد مال طلب کرکے اس سے اجتماعی ضرورت کو پورا کرے کیونکہ زائد از ضرورت مال پر کسی کے انفرادی و ذاتی حقوق تبھی ثابت اور قابل تسلیم ہوتے ہیں جبکہ وہ اجتماعی حقوق و ضروریات سے فارغ ہو اور کسی مصلحۃ عامہ میں مصروف نہ ہو کیونکہ اجتماعی و قومی مفاد کی ذاتی مفاد پر ترجیح و تقدیم اسلام کا ایسا عقلی و فطرتی اصول ہے جو مسلم و غیر مسلم سب کے نزدیک غیر مسلم ہے۔ چنانچہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب ارشاد فرماتے ہیں

"جملہ اشیاء عالم بدلیل فرمان واجب الاذعان خلق لکم ما فی الارض جمیعًا"

تمام بنی آدم کی مملوک معلوم ہوتی ہیں یعنی غرض خداوندی تمام اشیاء کی پیدائش سے رفع حوائج جملہ ناس (انسان) ہے۔ اور کوئی شئے فی حد ذاتہ کسی کی مملوک نہیں بلکہ ہر شئے اصل خلقت میں جملہ ناس میں مشترک ہے۔ اور من وجہ سب کی مملوک ہے۔ ہاں بوجہ رفع نزاع و حصول انتفاع قبضہ کو علت ملک مقرر کیا گیا اور جب تک کسی شئے پر ایک شخص کا قبضہ تامہ مستقلہ باقی رہے اس وقت تک کوئی اور اس میں دست درازی نہیں کر سکتا ہاں خود مالک و قابض کو چاہیئے کہ اپنی حاجت سے زائد پر قبضہ نہ رکھے بلکہ اس کو اوروں کے حوالے کردے[1] کیونکہ باعتبار اصل اوروں کے حقوق اس کے ساتھ متعلق ہو رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مال کثیر حاجت سے زائد جمع رکھنا بہتر نہ ہو اگر زکوٰۃ ادا کردی جائے اور انبیاء و صلحاء اس سے بغایت مجتنب رہتے چنانچہ احادیث سے

---

[1] اس میں تفصیل یہ ہے کہ جب فاضل دولت کسی اجتماعی ضرورت میں مصروف نہ ہو تو محض جذبہ انفاق سے بیت المال کو یا کم حیثیت لوگوں کو بطور امداد دیدینا اولیٰ ہے اور جمع رکھنا غیر اولیٰ! اور اجتماعی ضرورت میں مصروف ہونے کی صورت میں حاکم کی محض اخلاقی اپیل پر خرچ کردینا واجب ہے اور اگر اپیل نہ کافی ہو تو حاکم پر لازم ہے کہ ان سے اموال فاضلہ جبرًا لے کر اجتماعی ضرورت کو پورا کرے۔ پھر اگر بیت المال کی موجودہ یا متوقع آمدنی میں سو من کی گنجائش ہو تو مالکان کو معاوضہ ادا کرے ورنہ معاوضہ دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔

یہ بات واضح ہوتی ہے بلکہ بعض صحابہ و تابعین وغیرہ نے حاجت سے زائد رکھنے کو حرام ہی فرمایا۔ بہرکیف غیر مناسب و خلاف اولیٰ ہونے میں تو کسی کو کلام بھی نہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ زائد علی الحاجت سے اس کی تو کوئی غرض متعلق نہیں اور اوروں کی ملک "من وجہ" اس میں موجود ہے تو گویا شخص مذکورہ من وجہ مالِ غیر پر قابض و متصرف ہے اور اس کا مال بعینہ مالِ غنیمت کا سا تصور کرنا چاہیئے وہاں بھی قبل تسلیم یہی قصہ ہے کہ کل مالِ غنیمت تمام مجاہدین کا مملوک سمجھا جاتا ہے مگر بوجہ ضرورت و حصولِ انتفاع "بقدر حاجت" ہر کوئی مال مذکور سے منتفع ہو سکتا ہے۔ ہاں حاجت سے زائد جو رکھنا چاہیئے اس کا حال آپ کو بھی معلوم ہے کہ کیا ہونا چاہیئے (یعنی خائن شمار ہوگا)"

(ایضاح الادلہ ص ۲۶۸ بحوالہ اسلام کا اقتصادی نظام مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی)

اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا

"جس بات کا مجھے آج اندازہ ہوا ہے (یعنی افراط زر موجب فساد ہے) اگر اس کا پہلے سے اندازہ ہو جاتا تو میں کبھی تاخیر نہ کرتا اور بلاشبہ ارباب ثروت کی فاضل دولت لے کر فقراء مہاجرین میں تقسیم کر دیتا۔"

(محلی لابن حزم ص ۱۵۸ ج ۶، طبری ص ۲۷۷۴ حوادث ۲۳ھ)

(ل) ہر خاندان کے دولتمندوں کو اسلامی قانون کی رو سے یہ حکم ہے کہ وہ اپنے اپنے خاندان کے غرباء اور مستحق لوگوں کی کفالت کریں اور ان کی بنیادی ضروریات کی ذمہ داری قبول کر کے اس کو ادا کریں اور ادا نہ کرنے کی صورت میں ان کو حق ہے کہ عدالتی چارہ جوئی کے ذریعہ اپنا حق وصول کریں یہ یاد رہے کہ یہ حق عشر و زکوٰۃ اور صدقات کے شرعی محاصل کے علاوہ ہے۔ یہ دفعہ فقہ کی کتابوں میں صراحۃً موجود ہے۔ لہٰذا اس قانون پر عملدرآمد کرتے ہوئے حاکم کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر خاندان کے امراء پر ان کے غرباء کی کفالت لازم کر دے اور وہ ان کی ضروریات زندگی اور حقوق کی ادائیگی میں اسی طرح فکر مندی، ذمہ داری اور دلچسپی و دلبستگی کا ثبوت دیں جس طرح کہ اپنے ازواج کی ضروریات کے انجام دینے میں چوکس و چوبند رہتے ہیں اور ان کے ساتھ وہی اخلاقی برتاؤ کریں جو وہ اپنے افراد خانہ کے ساتھ پسند کرتے ہیں اور اگر کوئی خاندان ایسا ہو کہ ان میں کوئی بھی ایسا دولت مند نہیں جو اپنے خاندان کے مستحق لوگوں کی کفالت کر سکے یا اس کا خاندان ختم ہو چکا ہے اور وہ حسب طاقت کسب معاش کے اپنی حاجات میں خود کفیل نہیں ہو سکا تو ایسے افراد کو ضروریات زندگی فراہم کرنے میں ان کے محلہ یا شہر کے اہل ثروت حضرات کو مامور کیا جائے گا۔ پھر ان کو اختیار ہے خواہ ان کے لئے سامان ضرورت کا علیحدہ بندوبست کریں یا اپنے ساتھ شریک کر لیں۔ دورِ نبوت میں اور خلافت راشدہ کے دور میں اس قسم کی مثالیں بکثرت موجود ہیں۔

"حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اشعری (قبیلہ کے) لوگ جب جہاد میں تنگی میں مبتلا ہوتے ہیں یا مدینہ میں انکے تعلقداروں میں خوراک کم ہو جاتی ہے تو ان کے پاس جو کچھ ہوتا ہے اسے ایک کپڑے میں جمع کر لیتے ہیں اور پھر اسے ایک پیمانہ سے اپنے درمیان مساوی طور پر تقسیم کر لیتے ہیں لہٰذا وہ میرے ہیں اور میں ان کا ہوں۔"

(بخاری شریف ص ۳۳۸ ج ۱)

اور "حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر ساحل کی طرف (۸ھ کو) روانہ کیا۔ اور ابو عبیدہ بن الجراح کو ان لوگوں کا امیر مقرر کیا۔ ان کی تعداد تین سو تھی۔ میں بھی ان میں شامل تھا۔ ہم روانہ ہوئے اور جب کچھ دور پہنچے تو ہمارا زادِ راہ ختم ہو گیا۔ ابو عبیدہ نے حکم دیا اور ان کے حکم سے لشکر والوں کے پاس جو کچھ زادِ راہ تھا سب جمع کر لیا گیا۔ اس طرح کھجور کے دو تھیلے جمع ہو گئے۔ آپ روزانہ ہمیں تھوڑا تھوڑا کھانے کو دیتے۔ حتیٰ کہ وہ بھی ختم ہو گیا اور آخر کار ہمیں ایک ایک کھجور ملنے لگی۔" (بخاری شریف ص ۳۳۷ ج ۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قادسیہ کی فتح کی خوشخبری سن کر جو خطبہ دیا تھا اس میں آپ نے فرمایا

"مجھے اس بات کی بڑی فکر اور شدید خواہش ہے کہ جہاں بھی کوئی ضرورت دیکھوں اسے پورا کروں جب تک کہ (بیت المال کے ذریعہ) ہم سب مل کر اسے پورا کرنے کی گنجائش رکھیں اور جب ہم اس سے عاجز ہو جائیں (یعنی قومی خزانہ خالی ہو اور ہر ایک کے پاس بقدر ضرورت اشیاء ہوں) تو ہم بنیادی ضرورتوں میں سب یکساں ہو جائیں۔"

(البدایہ والنہایہ ص ۴۶ ج ۷ طبری ص ۲۳۴۸)

ابن عمرؓ سے روایت ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا:

"اگر مجھے لوگوں کی ضرورت پوری کرنے کے لئے اور کوئی مال نہ ملتا مگر یہ کہ میں ہر گھر والوں کے ساتھ ان کی تعداد کے برابر دوسرے افراد کو شریک کر دوں تو میں فراخی ہونے تک ایسا کر دیتا اور وہ ان سے آدھی خوراک تقسیم کر لیتے کیونکہ وہ (مالکان) آدھا پیٹ کھانے سے ہلاک نہ ہوں گے۔"

(طبقات ابن سعد ص ۳۱۸ ج ۳)

مراسلہ نگار توجہ فرماویں

ایڈیٹر کے نام مراسلات کے صفحہ پر صرف وہی مراسلات شائع کئے جاتے ہیں جو مختصر صاف اور کاغذ کے ایک طرف لکھے گئے ہوں۔

اگرچہ مالکان کو زائد از ضرورت مال خرچ کرنے پر قرآن و حدیث میں ایک اخلاقی فضیلت قرار دے کر ترغیب و ترہیب کے ذریعہ برانگیختہ کیا گیا ہے اس لئے جب کبھی ضرورت پیش آئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین نے اخلاقی اپیل سے ہی کام لیا چونکہ دور نبوتؐ اور خلافت راشدہ کے زمانہ میں اہل اسلام میں خیر خواہی و ہمدردی کے جذبات پورے طور پر موجود تھے، اخلاقی قدریں بلند تھیں اظہار ضرورت ہی ان کے لئے خزانوں کو خالی کر دینا، دفینوں کو لٹا دینا ان کا ایمان تھا اسی لئے ان کے لئے اخلاقی اپیل کافی ہوتی تھی اور جس زمانہ میں کبھی اخلاقی معیار اتنا بلند ہو کہ اہل مال اہل خیر ہوں فیاض اور فرض شناس ہوں تو بیشک ایسے پاکیزہ معاشرہ میں اپیل ہی کافی ہوگی بلکہ لوگ از خود پیش رفت کر کے ہنگامی ضرورت کو پورا کریں گے اور حکومت کو کفالت عامہ کی ذمہ داری میں ہاتھ بٹائیں گے لیکن جس معاشرہ میں ہر ایک ننانوے کے چکر میں ہو۔ ارباب دولت مالی فرائض ادا کرنے سے گھبراتے اور جی چراتے ہوں اور اخلاقی اپیل ان پر اثر انداز نہ ہوتی ہو تو ایسے بگڑے ہوئے معاشرہ میں ان مذکورہ امور کو حسب ضرورت باقاعدہ سرکاری قانون کے طور پر نافذ کیا جائے گا۔ اس پر دلیل کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ترہیبی احادیث اور وعیدات اور حضرت عمرؓ کی معاشی اصلاحات پیش کی جا سکتی ہیں۔ علاوہ بریں اسلام کے مندرجہ اصول و قواعد بھی اس قانونی حیثیت کے جواز کو ثابت کرتے ہیں۔

۱۔ ضرر عام کو دفعہ کرنے کے لئے ضرر خاص کو برداشت کیا جا سکتا ہے۔

۲۔ اہون البلیتین کو اختیار کرنا یعنی دو ناگزیر مصیبتوں میں سے ہلکی مصیبت کو اختیار کرنا۔

۳۔ اجتماعی مفادات و مقاصد انفرادی مفادات و مقاصد پر مقدم ہیں۔

۴۔ ازالہ ضرر واجب ہے۔

۵۔ عدل قائم کرنا اور ظلم و اسباب ظلم کو ختم کرنا واجب ہے۔

۶۔ مصلحت عامہ میں اطاعت امیر واجب ہے۔

۷۔ واجب کا مقدمہ (ذریعہ) بھی واجب ہوتا ہے۔

پس اگر کسی بھی اجتماعی مصلحت میں خواہ وہ انسداد گرانی ہو یا اس کے علاوہ ارباب دولت کے فاضل مال کی ضرورت درپیش ہو تو ان مذکورہ اسلامی قواعد میں سے ہر قاعدہ تقاضہ کرتا ہے کہ امیر پر لازم ہے کہ وہ قانونی طور پر اجتماعی مفاد اور مصلحت عامہ کے حصول کی خاطر ان سے فاضل دولت میں سے حسب ضرورت طلب کرے اور دولتمندوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی مطلوبہ فاضل دولت اس کے حوالے کر دیں لیکن شرط یہ ہے کہ ایسا اقدام کرنے والی حکومت عادل ہو تاکہ وہ صحیح فیصلہ کرے کہ اہل ثروت کے فاضل مال کی واقعی ضرورت ہے۔ پھر وصولِ دولت کے بعد حصول مصلحت میں خرچ بھی کرے اور مال بچ رہنے کی صورت میں واپس بھی کر دے، کیونکہ اگر کوئی ظالم حکومت ایسا اقدام کرے گی تو یہ امیروں پر بھی ظلم و ستم ہوگا اور غریبوں پر ستم بالائے ستم، لہذا ان تدابیر پر عمل کرنے کے لئے امام کا عادل ہونا ضروری ہے۔

(۵) اسلامی حکومت کو اپنے مالی فرائض ادا کرنے میں اس طور پر بھی مشکل پیش آسکتی ہے کہ مثلاً بیت المال میں نقدی موجود ہے لیکن کوئی سامان ضرورت یا کوئی جنس ایسی ہو جو اہل مال کے پاس موجود ہے مگر بیت المال میں نہیں ہے اور اس کی بیت المال کو ضرورت بھی ہے تو ایسی صورت میں حاکم کو اختیار ہے کہ وہ سامان ضرورت اہل مال سے عاریتاً یا کرایہ پر یا خرید کر یا بطور قرض لے کر اس حاجت کو رفع کرے۔ ارباب دولت اس پر راضی ہوں یا نہ ہوں وہ ایسا کر سکتا ہے۔ یہ نتیجہ سابقہ معروضہ امور سے آسانی کے ساتھ اخذ کیا جا سکتا ہے کیونکہ جن حاجات کی وجہ سے بلا عوض مال لیا جا سکتا ہے ان کی وجہ سے عاریتاً یا قرض کا بطریق اولیٰ جواز ہوگا اور خلافت راشدہ کا طرز عمل تو اس پر واضح دلیل ہے۔ جب خلیفہ دوم حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں آبادی بڑھ گئی تو آپؓ نے مسجد حرام میں توسیع کرنے کی غرض سے کچھ مکانات کو خرید کر منہدم کرا یا اور مسجد کی حدود میں شامل کر لیا۔ چونکہ آپ نے مسجد کے پڑوس میں رہنے والے بعض افراد کے مکان ان کی مرضی کے بغیر منہدم کرائے تھے اس لئے کہ ان لوگوں نے اپنے مکان فروخت کرنے سے انکار کر دیا۔ آپ نے خود ان مکانوں کی قیمتیں مقرر کر دیں جن کو ان لوگوں نے بعد میں لے لیا۔

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو آپ نے مزید مکان خرید کر مسجد کو اور زیادہ وسیع کر دیا۔ آپ نے بھی بعض لوگوں کے مکان لے لئے اور ان کی قیمتیں مقرر کر دیں۔ تو ان لوگوں نے بیت اللہ کے قریب آکر حضرت عثمان رضؓ سے ناروا باتیں کیں۔ آپؓ نے فرمایا کہ یہ جرأت تم میں میری بردباری اور نرم روی کی وجہ سے پیدا ہو گئی ہے ورنہ عمرؓ بھی یہی کچھ کر چکے ہیں جس کو تم نے گوارا کیا اور تسلیم کیا۔ پھر آپؓ نے ان لوگوں کو قید کر دیا بعد میں آپ سے عبداللہ بن خالد بن اسید بن العیص نے ان کی سفارش کی تو آپ نے ان کو رہا کر دیا۔

(تاریخ طبری ص ۲۸ ۲۵ حوادث ۱۷ھ)

(۱) سرمایہ دار ممالک خاص طور پر امریکہ غریب و پسماندہ ملکوں کو مالی اور اقتصادی امداد کے نام پر "قرض" دیتے ہیں جسے عام طور پر "غیر ملکی امداد" کا نام دیا جاتا ہے۔ یہ امداد کم ترقی یافتہ قوموں کے لئے کئی وجوہ سے نقصان دہ اور سم قاتل ہے۔

(۲) مثل مشہور ہے ضرورت ایجاد کی ماں ہے یعنی سلسلہ ایجادات سلسلہ حاجات سے منسلک ہے۔ جس قدر حاجات و ضروریات کا دائرہ وسیع ہوتا جاتا ہے اسی قدر ایجادات میں روز بروز ترقی ہوتی جاتی ہے، کیونکہ جب ضرورتیں سامنے آتی ہیں'

باقی آئندہ

علاقائی عصبیت کے فتنے کا مقابلہ کرنے اور ملک میں نظام شریعت کے فوری نفاذ کی ضرورت ہے

دنیا اسلام کے نظامِ عدل کو اپنا کر ہی مشکلات سے نجات حاصل کر سکتی ہے

نوجوان عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا شعار بنائیں، قلات میں مولانا درخواستی کی تقریر

کوئٹہ ۴ جولائی (پ ر) جمعیت علماء اسلام کے سربراہ مولانا محمد عبد اللہ درخواستی نے کہا ہے کہ علاقائی عصبیت کے جس فتنے نے پہلے پاکستان کو دو ٹکڑے کیا تھا آج وہ پھر سر اٹھا رہا ہے اس لئے محب وطن عناصر کا فرض ہے کہ وہ نظام شریعت کے فوری نفاذ کے لئے نتیجہ خیز جدوجہد کریں۔ مدرسہ تجوید القرآن قلات کے سالانہ جلسہ دستار بندی سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اسلام کے نظام عدل نے دنیا کو امن اور خوشحالی کا پیغام دیا ہے اور آج دنیا اسلام کے نظام عدل کو اپنا کر اپنی مشکلات اور مسائل سے نجات حاصل کر سکتی ہے۔

مولانا درخواستی نے نوجوانوں پر زور دیا کہ وہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا شعار بنائیں اور نظام شریعت کے نفاذ کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہ کریں۔ اس موقع پر آپ نے علماء، طلباء اور نوجوانوں سے اسلامی نظام کے نفاذ کی جدوجہد جاری رکھنے کا عہد لیا۔

جمعیت علماء اسلام کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات مولانا زاہد الراشدی نے جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ دنیائے انسانیت آج ترقی و تہذیب کے تمام تر دعووں کے باوجود انسان کو وہ مقام دلانے میں کامیاب نہیں ہو سکی جو مقام اسے اسلام نے آج سے چودہ سو برس قبل اپنے عمل کے ساتھ عطا کیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ سرکار دو عالم ؐ نے دولت اور زندگی کی تمام آسائشوں کو ٹھکرا کر خود کو غریبوں اور محنت کشوں کی صف میں شامل کر لیا اور تمام عمر محنت کشوں کے درمیان بسر کر کے یہ بتا دیا کہ اسلام غریبوں، محنت کشوں اور پسے ہوئے طبقوں کا ساتھی ہے۔

زاہد الراشدی نے کہا نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور خلفاء راشدین کے نقش قدم پر چل کر ہی ہم دنیا کو ایک صحیح اور انقلابی اسلامی نظام کا نمونہ پیش کر سکتے ہیں جلسہ سے مولانا اختر محمد، مولانا محمد صدیق شاہ، مولانا نور حبیب، مولانا محمد عبد اللہ، حافظ عبد الرشید اور دیگر مقررین نے بھی خطاب کیا اور اختتام پر مولانا محمد عبد اللہ درخواستی نے مدرسہ تجوید القرآن سے فارغ ہونے والے حفاظ اور جمعیت طلباء اسلام کے کارکنوں کی دستار بندی کرائی۔

شہدائے خانپور کی تحقیقات کر کے مجرموں کو عبرتناک سزا دی جائے

★ —— حضرت درخواستی دامت برکاتہم

گذشتہ دنوں خانپور میں ختم بخاری شریف کی ایک سادہ تقریب کا انعقاد ہوا جس میں فارغ التحصیل آٹھ طلباء کرام اور دس حفاظ کی دستار بندی کرائی گئی۔ علاقہ اور باہر کے لوگوں نے کافی تعداد میں شرکت کی حضرت امیر مرکزیہ حافظ الحدیث والقرآن مولانا محمد عبد اللہ صاحب درخواستی کا خطاب ایک ولولہ انگیز اور درس عبرت تھا حضرت نے فرمایا کہ قدرت کے کرشمے ہیں۔ ایک دور تھا کہ اس مدرسہ اور جامع شاہی مسجد خانپور میں گولیاں چلائی گئیں۔ ظالموں نے مدرسہ اور مسجد کے احترام کو بالائے طاق رکھتے ہوئے نہتے عوام پر گولیاں چلائیں اور خانپور میں دو نوجوان شہید ہوئے۔ آج وہ دور نہیں رہا اس لئے حکومت کو چاہیئے کہ شہداء خانپور کیلئے غیر جانبدارانہ تحقیقات کرا کر مجرموں کو عبرت ناک سزا دی جائے۔

حضرت نے فرمایا کہ ہمارے بزرگ بعض جلالی تھے اور بعض جمالی تھے۔ حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ پر جلال کا غلبہ تھا اور حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ جو میرے مرشد کامل تھے ان پر جمال کا غلبہ تھا۔ اسی لئے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ نے فرمایا:

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

پھر حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ یہ جلال و جمال دونوں میں کمال رکھتے تھے۔ اسی طریقے پر صحابہ کرام بھی بعض جلالی اور بعض جمالی تھے۔

سیدنا فاروق اعظم رضی میں جلال کا غلبہ تھا اور سیدنا عثمان غنی رضی میں جمال کا غلبہ تھا۔ اسی طریقے سے انبیاء علیہم السلام بھی بعض جلالی تھے اور بعض جمالی تھے۔ حضرت موسیٰ علی نبینا پر جلال ہی جلال تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جمالی تھے۔ دنیا کائنات کے آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلال وجمال کے مظہر تھے دونوں عجائبات قدرت ذات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کمال کے ساتھ پائے جاتے تھے۔

آج جمعہ کا دن ہے، برکت والا دن ہے فرشتوں نے بھی رجسٹر لئے ہوئے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن ایک ایسی ساعت ہے جو آدمی خلوص دل سے دعا کرے اللہ تعالیٰ قبول فرماتے ہیں۔ اسی لئے آج ختم بخاری شریف کی تقریب بھی منعقد کی گئی۔ جن طلباء نے دورۂ حدیث کی تکمیل کی ہے ان کی دستار بندی بھی ہوگی۔ آجکل طالبعلم بھی عجیب ہیں شیدائی نہیں بلکہ حلوائی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے طالب علم تو شیدائی تھے۔ ہمارے اکابر کی کیا بات ہے کبر فی موت الکبرا۔ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد علی جالندھری، مولانا حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد سید احمد شاہ مرحوم، حضرت مدنی رح، حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رح۔ جو شخص بھی اس جہان سے گیا اپنی نظیر نہیں چھوڑ گیا۔

تمام بزرگ ہم سے جدا ہو گئے وہ اپنی بزرگی علم و عمل رشد و ہدایت میں بے نظیر تھے۔

دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ جمعیۃ علماء اسلام اور جمعیۃ طلباء اسلام کو اپنے مقاصد میں کامیابی عطا فرمائے۔ ملک میں محمدی نظام آئے۔ فرنگی نظام جاوے۔ اسلامی نظام آوے اور فرنگی نظام جاوے۔

اس تقریب کے اجتماع میں مولانا غلام مصطفیٰ بہاولپوری، مولانا غلام محمد بشیر صاحب اختر آبادی مولانا سید شمس الزمان شاہ، مولانا شفیق الرحمن درخواستی۔ مولانا حبیب الرحمن درخواستی کے علاوہ ندیم اقبال اعوان نے بھی خطاب کیا۔ یہ بابرکت اجتماع نماز عصر تک جاری رہا اور حضرت دامت برکاتہم کی دعا پر اختتام پذیر ہوا۔ اس اجتماع میں حیدر آباد جمعیت کے احباب، ملتان اور ضلع رحیم یار خان کے علماء کرام نے کافی تعداد میں شرکت کی۔

عبدالصبور خان ڈاہر

نصاب تعلیم اسلامی نظام کے مطابق بنایا جائے:

رحیم یار خان: گذشتہ روز مورخہ ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸ جون ۷۸ء کو راجن پور کلاں خان بیلہ ترنڈہ محمد پناہ۔ بہار کھاٹی میں مذہبی اجتماعات ہوئے جس میں مولانا غلام محمد بشیر اختر اللہ آبادی۔ مولانا محمد ضیاء القاسمی مولانا قاری حماد اللہ شفیق۔ مولانا محمد یوسف صاحب، مولانا عبدالکریم حق پوری نے خطابات کئے۔ ان اجتماعات میں اصلاح معاشرہ پر زور دیا گیا۔ عوام کو اس بات کی تلقین کی گئی کہ اپنے اندر جذبۂ اخوت پیدا کریں اور مذہب کی طرف دھیان کریں۔ ملک میں اسلامی اقتصادی نظام پر زور دیا گیا اور نصاب تعلیم کو اسلامی نظام تعلیم کے ہم آہنگ بنانے پر زور دیا گیا۔

تقریب:

جمعیۃ علماء اسلام تحصیل وزیر آباد کے ناظم عمومی قاری غلام کبیر عابد کو اللہ تعالیٰ نے چار بچیوں کے بعد ایک فرزند عنایت فرمایا ہے قاری صاحب نے اس خوشی میں جمعیۃ علماء اسلام گکھڑ کے دفتر میں احباب کو چائے کی پارٹی دی جس میں جمعیۃ کے مرکزی ناظم مولانا زاہد الراشدی تحصیل وزیر آباد کے ناظم اطلاعات حافظ بشیر احمد چیمہ، جمعیۃ گکھڑ کے ناظم عمومی سید محمد صابر شاہ، جمعیۃ طلباء اسلام گوجرانوالہ کے صدر ظفر یٰسین بٹ، جمعیۃ طلباء اسلام گکھڑ کے ناظم اطلاعات عمران شاہد رانا، جمعیۃ طلباء اسلام کوٹ نورا کے ناظم اطلاعات منور حسین چیمہ اور دیگر احباب نے شرکت کی۔ شرکاء دعوت نے دعا کی ہے کہ اللہ تعالیٰ معصوم کو جمعیۃ علماء اسلام کا سرگرم کارکن بنائے اور صحت کے ساتھ لمبی عمر عطا فرمائے۔

جمعیۃ اصلاح الرسوم:

گذشتہ دنوں مولانا خلیل الرحمن صاحب اور مولانا محمد اشرف صاحب نے جماعتی دورہ کوٹ میلا رام کا کیا۔ دن کو جلسہ ہوا اور جلسہ میں اصلاح الرسوم کا مشن بیان کیا۔ مولانا خلیل الرحمن صاحب انور نے سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت اور بدعات و رسومات کے نقصان دنیوی اور اخروی سے عوام کو آگاہ کیا۔ عوام نے رسومات و بدعات چھوڑ کر سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنانے کا وعدہ کیا اور مولانا محمد اشرف صاحب نے سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر تقریر کی اور کہا کہ ہماری موجودہ پستی اور ناکامی اس لئے ہے کہ ہم سیرۃ کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ اس موضوع کے تحت جماعت اصلاح الرسوم کا واحد مقصد سیرۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنانا ہے۔ تمام لوگوں نے وعدہ کیا کہ ہم سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنائیں گے اور اسلامی معاشرہ کو اپنا کر بدعات و رسومات کو چھوڑنے کا وعدہ کرتے ہیں۔ رات کو شہر کوٹ میلا رام میں ایک جلسہ ہوا جس میں سیرۃ طیبہ کے موضوع پر مندرجہ بالا علماء کرام نے تقاریر کیں۔

انتخاب: جماعت اصلاح الرسوم کوٹ میلہ رام

امیر: خورشید احمد صاحب لودھی۔ ناظم: ڈاکٹر اعجاز احمد صاحب

خازن: صوفی منصور احمد صاحب

ارکان عاملہ: مستری محمد یوسف صاحب۔ عاشق محمد صاحب
عبدالباسط صاحب لودھی

تشکیل جماعت چک ۳ تین ہانس نزد کوٹ میلا رام

امیر جماعت	:	مولوی محمد ثناء اللہ صاحب
ناظم	:	میر نصر اللہ خاں مہار
نائب ناظم	:	ڈاکٹر بشیر احمد
خازن	:	مہر محمد ظفر مہار

رکن: رانا نظیر محمد نون، رانا غلام عباس نون، ڈاکٹر بشیر احمد

۳۰۲ میں ملوث کردہ جمعیت کے کارکن کی لاہور ہائی کورٹ سے ضمانت پر رہائی

درخواست کنندہ کی طرف سے حافظ محمد یوسف ایڈووکیٹ پیش ہوئے

لاہور : ۲۲ جون ۔ جمعیت علماء اسلام کیمبل پور کے رکن تجمل حسین کو لاہور ہائی کورٹ نے ضمانت پر بری کر دیا جو کہ گذشتہ سال حافظ محمد احسان کے قتل کے سلسلے میں زیر حراست تھے ۔ درخواست کنندہ پر ذاتی عناد کی وجہ سے یہ الزام لگایا گیا تھا کہ اس نے اپنے بھائی قربان حسین اور رزاق کے ساتھ مل کر قتل کیا ہے ۔ اس سے پہلے ایڈیشنل سیشن جج راولپنڈی ان کی درخواست ضمانت مسترد کر چکے ہیں ۔

جمعیۃ علماء اسلام لاہور کے سیکرٹری حافظ محمد یوسف ایڈووکیٹ نے فاضل عدالت کو باور کرایا کہ درخواست کنندہ عرصہ بائیس سال اپاہج شخص ہے اور بغیر بیساکھیوں کے سہارے نہ چل پھر سکتا ہے اور نہ کھڑا ہو سکتا ہے لہٰذا وہ اس جرم کے ارتکاب سے معذور ہے ۔

درخواست کنندہ کے وکیل نے عدالت کو مزید باور کرایا کہ الف ۔ آئی ۔ آر کے مطابق جو کہ مقتول نے خود درج کرائی تھی بھی درخواست کنندہ اپنے بھائی قربان حسین کے ہمراہ چھریوں سے مسلح آئے اور ایک دوسرے ملزم رزاق نے مقتول کو قابو کیا اور ملزم قربان نے مقتول کے پہلو میں چھری سے وار کیا اور پھر دونوں بھائیوں نے اسے مزید زخم لگائے ۔

ابتدائی طور پر مقدمہ زیر دفعہ ۳۰۷/۳۴ ت پ کے تحت درج ہوا تھا جو کہ مضروب کے فوری بعد ازاں فوت ہونے پر ۳۰۲/ ت ۔ پ میں بدل دیا گیا ۔

درخواست کنندہ کے وکیل کے دلائل سننے کے بعد ہائی کورٹ لاہور کے فاضل جج جسٹس جناب سعید الرحمٰن صاحب نے اپنے فیصلے میں لکھا کہ

ان حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے اور ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ راولپنڈی کی رپورٹ کے مطابق جس میں انہوں نے درخواست کنندہ کے عرصہ بائیس سال سے بائیں ٹانگ سے معذور ہونے کی تصدیق کی ہے ۔

میری رائے کے مطابق ملزم کے بارے میں زیر دفعہ ۴۹۷/۲ ت پ کے تحت مزید تفتیش کی جائے اور بصورت دیگر بھی ایک اپاہج آدمی اسی دفعہ کے تحت آتا ہے ۔ لہٰذا میں درخواست کنندہ کے کیس کو قابلِ ضمانت سمجھتا ہوں اور بیس ہزار کے ضمانت نامے اور اسی رقم کے برابر دو شخصی بانڈ اسسٹنٹ کمشنر راولپنڈی کی عدالت میں داخل کرنے کا حکم دیتا ہوں ۔

زاہد الراشدی کا دورہ

سکھر و کوئٹہ :

جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی ناظم مولانا زاہد الراشدی نے گذشتہ دنوں سکھر میں جمعیۃ کے صوبائی دفتر کا معائنہ کیا اور جمعیۃ کے صوبائی نائب امیر مولانا محمد مراد ، ناظم مالیات حاجی کرامت اللہ اور خازن حاجی شبیر احمد سے تنظیمی امور پر تبادلۂ خیالات کیا ۔

آپ نے اس کے بعد کوئٹہ میں جمعیۃ علماء اسلام بلوچستان کے امیر مولانا عبد الواحد نائب امیر مولانا ابوبکر ، ناظم دفتری اور مولانا محمد یعقوب شرودی اور ناظم مالیات حاجی نصیر الدین آغا سے ملاقات کی اور تنظیمی و دفتری امور پر ان سے تبادلۂ خیالات کیا ۔ جمعیۃ علماء اسلام صوبہ سندھ کے ناظم مولانا غلام قادر نے بھی کوئٹہ میں آپ سے ملاقات کی اور صوبہ سندھ کے جماعتی معاملات و کوائف پر آپ سے صلاح مشورہ کیا ۔

تبلیغی جلسہ و دورہ

مدرسہ عثمانیہ تعلیم الاسلام جکر ضلع جہلم کے زیر اہتمام جامع مسجد مدنی اہل سنت والجماعت میں شب برأت کے موقع پر ۱۵ شعبان رات بعد نماز عشاء تبلیغی جلسہ ہوگا ۔ مدرسہ کے مہتمم مفتی رشید احمد رشید نے علاقہ میں تبلیغی دورہ شروع کر دیا ہے اب تک کئی مقامات پر تقریریں ہو چکی ہیں اور لوگوں میں ترجمان اسلام ، خدام الدین اور قائد جمعیۃ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب صدر پاکستان قومی اتحاد کے صوبہ سرحد کی مختصر وزارت کے دور محمود پر مشتمل پمفلٹ بھی تقسیم کیا گیا ۔

اظہار تعزیت :

حافظ سعید احمد اسعد ناظم عمومی جمعیت علماء اسلام حلقہ بستی اوتالی ، حضرت مولانا محمد اشرف صاحب نائب ناظم جمعیۃ علماء اسلام حلقہ بستی اوتالی جھنگ صدر اور جناب حافظ عبد الرشید صاحب نے مشترکہ بیان میں شیخ التفسیر حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب سابق مہتمم مدرسہ قاسم العلوم ملتان کی اچانک وفات حسرت آیات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے ان کی وفات سے ملک و قوم کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے ۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائیں ۔



بقیہ: اداریہ

کرتے ہوں۔ جنرل صاحب نے بار بار دوٹوک الفاظ میں کہا ہے کہ یہ ملک اپنی اساس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا اور اسلامی نظام کا نفاذ ہی اسے ترقی سے ہمکنار کر سکتا ہے۔ لیکن ہمیں افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ ایک سال کا عرصہ گذر جانے کے باوجود عملی طور پر اسلامی نظام کے نفاذ کی کوئی مؤثر کوشش نہیں کی گئی اور جنرل صاحب نے ۲۵ جون کو قوم سے اپنے نشری خطاب میں اسلام کے عادلانہ نظام کے نفاذ کے بارے میں جن خیالات کا اظہار کیا وہ خاصے پریشان کن اور گنجلک تھے۔ اس تقریر سے تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ شاید جنرل صاحب موصوف نے اپنے سابقہ خیالات سے رجوع کر لیا ہے۔

مگر ایشیائی اسلامی کانفرنس میں ایک مرتبہ پھر انہوں نے انہی خیالات کا اظہار کیا ہے اور پھر سے اسلامی نظام کے نفاذ اور نظریہ پاکستان کی بات پوری شدت سے کی ہے۔

لہذا جنرل صاحب سے ہماری گذارش یہ ہے کہ وہ اب تقریروں، بیانات اور انٹرویو کی حدود کو پھلانگ کر عمل کے میدان میں آئیں اور اس قرض کو چکا دیں جو تیس برس سے ملت اسلامیہ کی گردن پر چلا آرہا ہے اور جس کے لیے پوری قوم نے بیش بہا قربانیاں دی تھیں۔

ایشیائی اسلامی کانفرنس کی اپیل پر بڑھ کر عمل کرتے ہوئے پاکستان میں شریعت نافذ کر دینا چاہیے تاکہ دیگر اسلامی ممالک کے لیے پاکستان نظیر کا کام دے سکے ساری دنیا پاکستان کو اسلام کا قلعہ تصور کرتی ہے اب اس قلعہ کو واقعی قلعہ بن جانا چاہیے۔ اس سے ایک تو ان نیک خواہشوں کی تکمیل ہوگی جو جناب جنرل صاحب کی ذات سے عالم اسلام نے وابستہ کر دی ہیں اور جن کا اظہار کانفرنس کے مختلف ممالک سے آئے ہوئے مندوبین کرتے رہے ہیں اور دوسرے اس قرض سے بھی خلاصی ہو گی جس سے ہم اپنے تمام تر دعووں کے باوجود سبکدوش نہیں ہو سکے۔

ہم دیگر اسلامی ممالک سے بھی امید کرتے ہیں کہ وہ بھی ایشیائی اسلامی کانفرنس کی اپیل کو پذیرائی بخشیں گے اور فوراً اسلامی ملکوں میں شریعت نافذ کرنے کے اقدامات کریں گے۔ خدا عمل کی توفیق دے۔

بقیہ: نورانی صاحب انجام سوچ لیں

جناب عبدالستار خان نیازی کی اس بات کو سامنے رکھنا چاہیے کہ کوئی نہیں پوچھے گا کہ تم کون ہو؟ بلکہ سبھی کو لولہ بنا لیا جائے گا۔ نیازی صاحب نے اپنے چند روز پہلے کے اس بیان میں "ہم سب مسلمان ہیں" کہا تھا جس پر ہم نے سوچا تھا کہ شاید آپ لوگ کسی درجہ حقیقت پسند ہو چکے ہیں لیکن حزب الاحناف کے جلسہ میں آپ کی تقریر ایک کھلا چیلنج ہے ان لوگوں کے خلاف جنکا انگریز کچھ نہ بگاڑ سکا۔

یہ صحیح ہے کہ آج اس دنیا میں شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ، شیخ التفسیر مولانا احمد علیؒ اور امیر شریعت پیر بخاریؒ جیسے افراد موجود نہیں لیکن آپ کو اپنے حریفوں کو ایسا کمزور نہ سمجھنا چاہیئے اپنے جلسوں میں "مفتی محمود کے زوال کی نشانی، شاہ احمد نورانی" جیسے نعرے لگوانا بہت آسان ہے لیکن انگریز کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر وطن کی آزادی حاصل کرنے والوں کی معنوی و روحانی اولاد نے جب جوابی کارروائی شروع کی تو آپ اپنی ہی جلائی ہوئی آگ میں بھسم ہو کر رہ جائیں گے۔

غلط نہیں ہوگا اگر ہم اس مرحلہ پر دارعلمی دارالعلوم دیوبند کے فرزندوں سے عرض کریں کہ

اٹھو! دگر عشر نہیں ہوگا پھر کبھی
دوڑو! زمانہ چال قیامت کی چل گیا

اتحاد کی دشمن قوتیں اپنے ساز و سامان سے لیس ہو کر طبل جنگ بجا چکی ہیں اس سے پہلے کہ وہ سادہ لوح عوام کی بھیڑ کو اپنے پیچھے لگا کر اس بدقسمت ملک کی قسمت سے کھیلیں تم اپنے جذبۂ ایمانی سے ان کی سازشوں اور شرارتوں کو کچل دو۔

اور گو کہ ہم نے کسی بھی دور میں حکومتوں سے زیادہ توقعات وابستہ نہیں رکھیں لیکن ہم اپنا فرض سمجھتے ہوئے حکومت سے یہ کہیں گے کہ وہ خدا کی دھرتی پر اس کے نازل کردہ دین کے لیے سر دھڑ کی بازی لگانے والوں کے خلاف "تبرائی زبان" کا استعمال بند کرائے اور "اعلحضرت" کے حاشیہ نشینوں کو لگام دے کیونکہ "پاکباز ان امت" کو ابو جہل اور شاتم رسولؐ کے غلیظ عنوانات سے یاد کرنے کا نتیجہ و انجام اچھا نہیں ہوگا۔

شیشہ کے گھر میں بیٹھ کے پتھر ہیں پھینکتے
دیوار آہنی پہ حماقت تو دیکھئے!

طلباء کی سرگرمیاں — مرتبہ: جنید شہزاد

جمعیۃ طلباء اسلام صوبہ پنجاب کی مجلس عاملہ کو کالعدم قرار دے دیا گیا

پنجاب جمعیۃ کی نئی کنوینگ کمیٹی کا اعلان کر دیا گیا۔

آئندہ صوبائی تربیتی اجتماع ۲۶-۲۷-۲۸ جولائی کو گوجرانوالہ میں منعقد ہوگا

قائد طلباء میاں محمد عارف ۱۷ جولائی کو سندھ جمعیۃ کی مجلس عاملہ کے اجلاس سے خطاب فرمائیں گے۔

پورے ملک میں معاونت سازی کی مہم کا آغاز کر دیا گیا۔

۷ جولائی بروز جمعۃ المبارک مرکزی دفتر جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان میں قائد طلباء میاں محمد عارف کی زیر صدارت صوبہ پنجاب کی جمعیت کا ایک انتہائی اہم اجلاس منعقد ہوا اجلاس میں شرکت کرنے والے ساتھیوں کے ... نام درج ذیل ہیں:۔

جناب عبدالرؤف ربانی جناب صفدر چوہدری جناب ظہیر میر۔ جناب محمد ادریس، جناب ملک خلیل احمد اعوان۔ جناب خضر حیات اور جناب طاہر چوہدری۔

اس اجلاس کی دو نشستیں منعقد ہوئیں۔ اجلاس کی پہلی نشست بعد از نماز جمعہ زیر صدارت میاں محمد عارف صدر جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان منعقد ہوئی۔ اس میں قائد طلباء نے خطاب فرماتے ہوئے جماعت کی پالیسیوں اور موجودہ کارکردگی پر تفصیل سے روشنی ڈالی اس کے بعد صوبہ پنجاب کی جمعیۃ کی تنظیمی صورت حال پر بحث ہوئی اور باہم صلاح و مشورہ کے بعد مرکزی صدر جناب میاں محمد عارف نے دستور کی دفعہ ۲۱ کی ذیلی دفعہ نمبر ۸ کے تحت اپنے اختیارات کا استعمال کرتے ہوئے پنجاب کی موجودہ مجلس عاملہ کو کالعدم قرار دے دیا۔ اس کے بعد پورے صوبہ میں جماعتی کام کو آگے بڑھانے کے لیئے درج ذیل اراکین پر مشتمل ایک صوبائی کنوینگ کمیٹی کا اعلان کیا گیا جس کے سربراہ جناب عبدالرؤف ربانی مقرر ہو نگے جبکہ باقی اراکین ان کے معاون ہوں گے جن کے نام درج ذیل ہیں:۔

۱۔ محسن جاوید راہی
۲۔ ظہیر میر
۳۔ صفدر چوہدری
۴۔ ملک خلیل احمد اعوان
۵۔ محمد ادریس
۶۔ طارق مسعود
۷۔ حافظ محمد انور ندیم
۸۔ خضر حیات

یہ کمیٹی ۱۳ اکتوبر ۱۹۷۸ء تک کام کریگی اس کے بعد باقاعدہ صوبائی انتخابات عمل میں لائے جائیں گے۔

صوبائی تنظیمی دورے:

جمعیۃ طلباء اسلام صوبہ پنجاب کی کنوینگ کمیٹی کے اراکین درج ذیل پروگراموں کے مطابق پورے صوبے کا ہنگامی دورہ کرینگے۔

بہاولپور ڈویژن

	اضلاع			دورہ کرنے والے حضرات
۱۔	ضلع بہاولنگر	۱۷ جولائی ۷۸ء	بروز پیر	۱۔ ملک خلیل احمد اعوان
۲۔	" بہاولپور	۱۸ " "	" منگل	۲۔ حافظ محمد انور ندیم
	" رحیم یار خاں	۱۹ " "	" بدھ	

سرگودھا اور ملتان ڈویژن

	اضلاع	
۱۔	ضلع سرگودھا	۱۰-۱۱ جولائی
۲۔	" جھنگ	۱۲ جولائی
۳۔	" میانوالی	۱۳ "
۴۔	" فیصل آباد	۱۴ " "
۵۔	" ساہیوال	۱۵ " "
۶۔	" وہاڑی	۱۶ " "
۷۔	" ملتان	۱۷-۱۸ "
۸۔	" ڈیرہ غازی خان	۱۹ " "
۹۔	" مظفر گڑھ	۲۰ " "

برائے سرگودھا ڈویژن

۱۔ جناب عبدالرؤف ربانی
۲۔ خضر حیات

برائے ملتان ڈویژن

۱۔ عبدالرؤف ربانی
۲۔ شعیب عتیق
۳۔ صفدر چودھری

لاہور ڈویژن :-

۱۔	ضلع گوجرانوالہ	۱۴ر جولائی	بروز جمعۃ المبارک	
۲۔	″ سیالکوٹ	۱۵ ″	″ ہفتہ	۱۔ ظہیر میر
۳۔	″ شیخوپورہ	۱۶ ″	″ اتوار	۲۔ حافظ محمد ادریس
۴۔	″ لاہور	۱۷ ″	سوموار	
۵۔	″ قصور	۱۸ ″	منگل	

پنڈی ڈویژن میں جناب محسن جاوید راہی تفصیلی دورہ کریں گے اور اپنے دورے کی تاریخ سے مقامی حضرات کو خود آگاہ کریں گے۔

صوبائی تربیتی اجتماع :

جمعیۃ طلباءِ اسلام صوبہ پنجاب کے زیرِ اہتمام آئندہ صوبائی تربیتی اجتماع ۲۶ر۔ ۲۷۔ ۲۸ر جولائی ۸۷ء کو مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں منعقد ہوگا۔ یاد رہے کہ اس تربیتی اجتماع میں ہر ضلع سے وہاں کا کنوینر اور اس کے دو معاون شرکت کریں گے۔ ان کنوینز اور معاونین کے نام عنقریب دعوت نامے جاری کر دیئے جائیں گے۔

اجلاس صوبائی کنوننگ کمیٹی :

جمعیۃ طلباءِ اسلام صوبہ پنجاب کی کنوننگ کمیٹی کا آئندہ اجلاس ۲۶ر جولائی کو مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ زیرِ صدارت جناب عبد الرؤف ربانی کنوینر جمعیۃ طلباءِ اسلام کنوننگ کمیٹی صوبہ پنجاب منعقد ہوگا۔ اراکین کنوننگ کمیٹی اس اعلان کو ہی دعوت نامہ سمجھیں اور بروقت اجلاس میں شرکت فرما کر اپنی جماعتی ذمہ داریوں سے عہدہ برآہ ہوں۔

قائد طلباء کا دورہ سندھ

جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان کے مرکزی صدر قائد طلباء جناب میاں محمد عارف ۱۷ر جولائی کو بذریعہ سپر ایکسپریس کراچی پہنچ رہے ہیں۔ وہ یہاں ۱۷ر جولائی کو صوبہ سندھ کی مجلس عاملہ کے اجلاس سے خطاب فرمائیں گے۔ جمعیۃ سندھ کی مجلس عاملہ کے تمام اراکین کو مطلع کیا جاتا ہے کہ وہ اس اعلان کو ہی دعوت نامہ سمجھیں۔ اور ۱۷ر جولائی کے اجلاس میں شرکت فرما کر ممنون فرمائیں۔ قائد طلباء میاں محمد عارف ۱۹ر جولائی کو بذریعہ سپر ایکسپریس واپس لاہور پہنچیں گے۔

معاونت سازی کی مہم کا آغاز کر دیا گیا :

گذشتہ روز ایک سادہ تقریب میں جمعیۃ طلباءِ اسلام پاکستان کی معاونت سازی کا باقاعدہ آغاز کر دیا گیا ہے۔ قائد طلباء میاں محمد عارف نے معاونت فارم پُر کر کے باقاعدہ طور پر اس مہم کا آغاز فرمایا۔ بعد میں آپ نے مرکزی دفتر میں طلباء سے خطاب کرتے ہوئے انہیں معاونت سازی کی مہم سے بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی ہدایت کی۔ آپ نے کہا کہ معاونت سازی کسی جماعت کی افرادی قوت کا مظہر ہوتی ہے اس لئے طلباء کو چاہیے کہ وہ اس مہم کو کامیاب بنانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں۔

اظہار تعزیت :

گذشتہ روز جمعیۃ طلباءِ اسلام چیچہ وطنی کے انتہائی فعال کارکن جناب مقبول احمد کی والدہ ماجدہ قضائے الٰہی سے انتقال فرما گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ ایک انتہائی نیک اور پرہیزگار خاتون تھیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ درجات عطا فرمائے جمعیۃ طلباءِ اسلام صوبہ پنجاب کے سابق صدر جناب ندیم اقبال اور صاحبزادہ فضل الرحمٰن نے جناب مقبول احمد کے گھر جا کر ان سے اظہار تعزیت کیا۔ جمعیۃ طلباءِ اسلام پاکستان کے رہنماؤں میاں محمد عارف، عبد الرؤف ربانی اور صفدر چوہدری نے جناب مقبول احمد سے ایک پیغام میں اظہار تعزیت کیا ہے۔

ایڈیٹر کے نام......

سیمنٹ اسٹاکسٹوں کے مسائل اور سیمنٹ کی قلت

مکرمی!

عرض ہے کہ میں آپ کے مؤقر جریدہ "ترجمان اسلام" کے ذریعہ جنرل ضیاء الحق صاحب چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر پاکستان کی توجہ پاکستان میں سیمنٹ کی قلت اور سیمنٹ سٹاکسٹوں کے کے مسائل سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔ امید ہے کہ آپ اپنے مؤقر ہفت روزہ میں شائع فرما کر ممنون فرمائیں گے۔

سیمنٹ کی قلت کی اصل وجہ یہ ہے کہ سیمنٹ سٹاکسٹوں کو ان کے منظور شدہ کوٹہ کا پچاس فی صد بھی سیمنٹ سپلائی نہیں کیا جا رہا جبکہ ہمارے ملک میں سیمنٹ کی سپلائی اور لاگت میں پہلے کے مقابلہ میں دس گنا اضافہ ہوا ہے، اور ہوتا جا رہا ہے مگر ہماری فیکٹریوں میں پیداوار میں کم ہوتا جا رہا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہمارے ملک میں سیمنٹ ایک مسئلہ بن چکا ہے۔

سیمنٹ کی قلت کی دوسری وجہ اس کی ناقص سپلائی کے انتظامات ہیں۔ جیسا کہ آج سے پانچ چھ سال قبل تھا اور حقیقت یہ ہے کہ سیمنٹ کی قلت کی اصل وجہ یہ ہے کہ جب سے سٹیٹ سیمنٹ کارپوریشن قائم ہوئی ہے پاکستان میں سیمنٹ کی قلت کا پیغام لے کر آئی ہے۔ اگر ہمارے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر آف پاکستان ہمارے ملک میں واقعی سیمنٹ کو عام کرنا چاہتے ہیں تو سٹیٹ سیمنٹ کارپوریشن آف پاکستان کی انتظامیہ اور مزدور...... طبقے...... کے لئے غیر جانبدارانہ طور پر تحقیقات کمیٹی قائم کی جائے جہاں سیمنٹ کے پرمٹ ہیں یا سیمنٹ کی تقسیم کا ضلعی انتظامیہ کے ہاتھ میں ہیں وہاں سیمنٹ کی قلت کا ذمہ دار کون ہے؟ سیمنٹ بلیک کون کرتا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ سیمنٹ اسٹاکسٹوں کو اتنا دبایا جا رہا ہے جبکہ سیمنٹ سٹاکسٹ اپنی تمام تر کوششوں کے ساتھ ساتھ انصاف، دیانتداری سے سیمنٹ تقسیم کرنے کے بعد بھی بلیک مارکیٹر ہے۔ بلیک مارکیٹروں کو پکڑ کر سرعام کوڑے مارے جائیں اور ان کی ایجنسیاں کینسل کر دی جائیں۔ سیمنٹ بلیک کرنے والوں کو ہمیشہ کے لئے ایجنسیوں سے محروم کر دیا جائے۔ اور اگر سیمنٹ سٹاکسٹ کے علاوہ فیکٹری انتظامیہ یا کوئی دوسری سرکاری مشینری کے افسران یا ضلعی انتظامیہ کے پرمٹ جو غلط لوگ حاصل کر کے بلیک کرتے ہیں انہیں کم از کم سرعام کوڑے لگائے جائیں تاکہ آئندہ سیمنٹ کی قلت ہو تو بلیک تو ختم ہو سکے۔

سیمنٹ کی تقسیم کا طریق کار سیمنٹ فیکٹریوں میں اصلاح طلب ہے۔ اگر ہر ضلع میں وہاں کی ضرورت کے مطابق سیمنٹ کی سپلائی کی جائے تو قلت ختم ہو سکتی ہے۔ ذیل پاک سیمنٹ فیکٹری جو ملک کی سب سے بڑی فیکٹری ہے کراچی کو سو (۱۰۰) ٹرک روزانہ اور لاہور کو پندرہ (۱۵) ٹرک روزانہ دے رہی ہے جبکہ کراچی میں بھی سیمنٹ فیکٹریاں موجود ہیں وہاں سے سیمنٹ ہمارے پنجاب میں نہیں آتا تو کم از کم ہمیں ہمارے کوٹے کے مطابق باقاعدہ سیمنٹ کی سپلائی کی جائے۔ بہاولپور ضلع کے سیمنٹ اسٹاکسٹوں کے کوٹے بھی ذیل پاک سیمنٹ فیکٹری سے کم مقرر کئے ہوئے ہیں اور روہڑی سیمنٹ فیکٹری۔ تو بہاولپور کے سیمنٹ سٹاکسٹوں کے کوٹہ کا ½ یا ¼ حصہ سپلائی کرنے کا پروگرام کافی عرصہ سے بنایا ہوا ہے جبکہ آج سے چار سال قبل پورا کوٹہ سپلائی کیا جاتا رہا ہے یعنی ہمارے ایک سٹاکسٹ کو ۷۵-۱۹۷۶ء میں ۶۴۰ ٹن سیمنٹ سپلائی ہوا۔ ۷۶-۱۹۷۷ء میں ۴۶۴ ٹن سیمنٹ سپلائی ہوا۔ ۷۷-۱۹۷۸ء میں ۳۵۰ سیمنٹ سپلائی ہوا تو اس کا ذمہ دار سیمنٹ اسٹاکسٹ ہے یا فیکٹری انتظامیہ۔ براہ کرم سیمنٹ کی سپلائی اور اس میں ملوث افراد کا بھی محاسبہ فرمایا جائے۔

—جو سیمنٹ سٹاکسٹ پیپلز پارٹی کے دور میں قائم کئے گئے ہیں ان کی قسم دو ہیں، یعنی ایک وہ طبقہ جو سیاسی رشوت کے طور پر سیمنٹ سٹاکسٹ بن گئے اور سیمنٹ کا کاروبار کرنے کی بجائے بلیک کرنا یا سیمنٹ متعلقہ شہر میں فروخت کرنے کی بجائے فیکٹری کے باہر ہی فروخت کرنے کا کاروبار اپنایا ہوا ہے۔

دوسرا طبقہ وہ ہے جو عام روٹین میں سیمنٹ کا کاروبار کرتے ہوئے اپنی کاروباری شہرت کی بنا پر سیمنٹ اسٹاکسٹ بن گئے اور اس کے بعد بھی سیمنٹ کی تقسیم میں ضلعی انتظامیہ کے حکم کے ماتحت سیمنٹ کی تقسیم کار میں اہم رول ادا کر رہے ہیں اور سیمنٹ کی بلیک کو اپنے لئے حرام سمجھتے ہیں۔ سیمنٹ کے کاروبار کو پاک وصاف کرنے میں انتظامیہ کے ساتھ تعاون کو اپنا اہم فریضہ سمجھتے ہیں۔ ہر دو طبقہ کی اسٹاکسٹ شپ رسوائے زمانہ پیپلز پارٹی کے دور میں ہوئی تو سکریننگ کے وقت اس کی چھان بین ضروری ہے۔

سیمنٹ اسٹاکسٹوں کی سکریننگ کے وقت راشن ڈپوں کا طریقہ اپنانے کی بجائے پہلے اس کی تحقیق اور فیکٹری کے ہیڈ آفس کے ریکارڈ کا معائنہ بھی ضروری ہے۔

سیمنٹ کی پیداوار میں اضافہ کے لئے یا تو سیمنٹ فیکٹریاں سابقہ مالکان کو واپس کر دی جائیں یا سیمنٹ فیکٹری سالانہ ٹھیکہ پر دے دی جائیں یا پھر فیکٹریوں میں مزدوروں کے حقوق متعین کئے جائیں اور مزدوروں کو جب چاہیں ہڑتال کر کے فیکٹری کو بند کرنے کا حق ختم کیا جائے تاکہ سیمنٹ کی پیداوار میں خاطر خواہ اضافہ ہو۔

عبدالمجید

صدر سیمنٹ اسٹاکسٹ ایسوسی ایشن

بہاولپور

ضروری وضاحت

مکرمی! تسلیم

۲۳ جون کے شمارے میں محمد اخلاص عباسی کا مراسلہ "تنخواہ کے بارے وضاحت" نظر سے گذرا۔ موصوف نے دیدہ دانستہ طور پر جو جھوٹے الزام عائد کئے، ان کا ثبوت عنقریب حقائق کی روشنی میں فراہم کردوں گا۔ وہ جہاں چاہیں فراہم کرنے کو تیار رہوں۔

موصوف نے جو لکھا وہ صرف اپنی سیاہ کاریوں اور اقرباپروری پر پردہ پوشی کے لیے کیا حالانکہ میں نے تنخواہ کا تقاضہ پبلک ہیلتھ سے کیا تھا اور مارشل لاء احکام سے اپنی دادرسی کی تھی جو میرا جائز حق تھا اور ہے۔ اس ضمن میں موصوف سے کچھ سوال پیش کرنے کی جسارت کرتا ہوں۔

بقول آپ کے جب میں خانسپور کا باشندہ ہی نہیں اور اورنگی ٹاؤن میں میری رہائش تھی تو رضاکارانہ خدمات پندرہ سو میل دور کیسے؟ پھر جب میں نے یہ خدمات سرانجام دیں تو آپ کہاں تھے، پھر محکمے نے مجھے یہ کیوں لکھا کہ آپ کی درخواست (Reject) کی گئی جس کی چٹھی بحوالہ ۲۰۶۱-۶۲ / ۱۰-۹-۷۷ بھیجی گئی جو چھ ماہ کے بعد موصول ہوئی پھر مجھ پر بلیک میلنگ کا الزام جو چٹھی .... بحوالہ ۸۳۲۲-۲۳ / ۴۸ / ۱۴-۱۱-۷۷ کیسا؟

میں مارشل لاء احکام زون بی سے گذارش کروں گا ایسے افراد کا قلع قمع کیا جائے جو مجھ جیسے شریف آدمیوں کو ملازمت کا جھانسہ دے کر ان کی عزت سے کھیلتے ہیں۔

عثمان غنی عباسی

خانس پور ایوبیہ

تنخواہ کے بارے میں وضاحت:

مورخہ ۲۳ جون ترجمان اسلام کی اشاعت میں محمد اخلاص عباسی کا "تنخواہ کے بارے میں وضاحت" کے عنوان کا مراسلہ نظر سے گذرا۔ موصوف کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ کراچی میں ایک دینی مدرسہ کے طالب علم ہونے کی حیثیت سے جو میں حضرت جھوٹ بولے ایک مسلمان کو یہ زیب نہیں دیتا اور یہ کارنامہ ہائے انہوں نے صرف اپنے والدین کو خوش کرنے کے لیے کئے۔ عثمان غنی عباسی کا ان جھوٹے اور من گھڑت مواد سے کوئی تعلق نہیں۔ بقول ان کے یہ اورنگی ٹاؤن کراچی میں رہائش پذیر ہیں اور پانی کی اسکیم پر انہوں نے رضاکارانہ خدمات پیش کی تھیں، یہ بھی کوئی تسلیم کر سکتا ہے ایک کراچی کا باشندہ کو سوں میل دور اپنی رضاکارانہ خدمات کیسے دے سکتا ہے؟ لہذا موصوف، محمد اخلاص عباسی اور عثمان غنی عباسی ایک ہی فیملی سے تعلق رکھتے ہیں۔ اگر وہ دو یا تین سال کراچی رہے تو وہاں کے باشندے بن گئے، موصوف نے اپنے گریبان میں منہ ڈال کر نہیں سوچا کہ ان کا کردار کیا ہے۔ دراصل موصوف جب یہاں تشریف لائے تو انہوں نے اپنے والدین کو سمجھانے کی کوشش کی، چونکہ ان کے والدین پیپلز پارٹی کے رکن ہی نہیں بلکہ اپنے دور کے لیڈر بھی تصور ہوتے تھے جب انہوں نے کچھ نہیں کیا۔ موصوف کی اس بات سے وہ برہم ہو گئے اور گھر سے نکال دیا۔ اب کراچی سے وہ قلمی مشاغل کرتے ہیں اور نام خانس پور کا دیتے ہیں۔ ان کے یہ جھوٹ قابلِ مذمت ہیں جس کا اہل علاقہ ثبوت فراہم کر سکتے ہیں۔

عثمان غنی عباسی بے لوث، محب وطن رکن ہیں جنکی شہرت کو سبوتاژ کرنے کی سازش کی گئی ہے۔

پاک کشمیر لیبر یونین راولپنڈی

چھ افراد کے دستخط